

سہ ماہی مجلہ

عالمی تحریکِ جہاد کا داعی

الملحمہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۳ھ دسمبر 2021ء







سقوطِ ڈھاکہ

(16 دسمبر 1971ء)

شہادت بابری مسجد

(06 دسمبر 1992ء)

الملحمہ

رسول اللہ ﷺ نے دجال کے آنے سے قبل ایک بڑی جنگ کی پیش گوئی فرمائی ہے جسے "**الملحمۃالکبریٰ**" کہا جاتا ہے، یہ جنگ حق وباطل کے مابین آخری جنگ ہوگی جو کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال کے قتل پر اختتام پذیر ہوگی۔ بظاہر دُنیا کے حالات اس جنگ عظیم کی طرف بڑھ رہے ہیں بلکہ اگر بغور دیکھا جائے تو اس جنگ کی ابتدائی جھلکیاں نظر آنا شروع ہوچکی ہیں۔ دجال کے خروج تک دو گروہ بالکل الگ الگ ہو جائیں گے ایک دجال کا ساتھ دینے والا اور دوسرا دجال سے ٹکرانے والا۔ احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دجال کے چنگل سے بچ جانے والا گروہ وہی ہوگا جس نے اپنے آپ کو ایمان و تقویٰ سے مزین کیا ہوا ہوگا، جو ہر طرح کے طاغوت سے بغاوت کرنے والا اور اس سے ٹکرانے والا ہوگا اور اس گروہ سے وابستہ افراد اللہ سے اپنی جانوں کے سودے کر چکے ہوں گے، یہی وہ لوگ ہوں گے جو قیامت تک حق پر قائم رہنے والے ہوں گے۔

آج کا دور فتنوں کا دور ہے، اہل ایمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ ان فتنوں سے آگاہی حاصل کریں اور اپنے آپ کو ان فتنوں سے بچاتے ہوئے دجال کے مقابلہ کیلئے کمربستہ ہو جائیں، حق اور اہل حق کو تلاش کر کے اپنی زندگی حق پر گذارنے کا عزم مصمم کرلیں۔

نبی الملاحم ﷺ کی اُمت کو دجال کے فتنوں اور دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے باخبر رکھنے، مجاہدین اسلام کے مابین وحدت و تعاون کی فضاء مضبوط کرنے، جہاد سے متعلق شرعی اہداف ومقاصد بیان کرنے اور غلبہ اسلام کی تحریکوں سے وابستگی اختیار کرنے والے افراد کی درست فکرو منہج کی طرف رہنمائی کرنے،...**غزوۂ ہند** اور '**الملحمۃ الکبریٰ**' کی تیاری کیلئے کی جانے والی کوششوں میں سے ایک کوشش کا نام " **مجلہ الملحمہ**" ہے۔

سہ ماہی مجلہ

عالمی تحریکِ جہاد کا داعی

الملحمہ

جلد ۱/ شمارہ ۲ جمادی الاولی ۱۴۴۳ھ / دسمبر ۲۰۲۱ء

فہرست

جہاں میں پرچم اسلام لہرانے کا وقت آیا 4
اللہ تعالی کے مقابلے میں دینی پیشواؤں کو ترجیح مت دیں 6
فتنے کے زمانے کا بہترین عمل 8
تزکیہ اور فنائے نفس 10
اقوامِ متحدہ کی حقیقت اور امتِ مسلمہ کو نصیحت 12
تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے...؟ 29
کیا اسلام میں جارحانہ اقدام جائز ہے۔۔؟ 35
حصولِ علم افضل ہے یا کفار کے خلاف جہاد؟ 41
جہاد کے لیے حاکمِ وقت کی اجازت کی شرط! 43
نظامِ عالَم کی تبدیلی کا وقت 48
سقوط ڈھاکہ سے سقوط پختونستان تک 52
پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہئے! 55
کفار کے ساتھ تعلقات کی شرعی حیثیت 67
پاکستان میں نفاذ شریعت... مسائل اور حل؟ 72
سیکولر ازم (لادینیت)... تعارف، تاریخ اور شرعی حکم 87
تحریکِ کشمیر اور ضرورت تجدید 93
جنگ بندی کی آخری تاریخ پر تحریک طالبان پاکستان کا اعلامیہ .. 95
ایک قیدی بیٹے کا خط ماں کے نام 97

تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے

SESSION





#alMalhamah

ادار یہ:



جہاں میں پرچم اسلام لہرانے کا وقت آیا

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله و على آله وصحبه و من والاه، و بعد

امت مسلمہ کو امارتِ اسلامیہ کی صورت میں شرعی نظام پر مبنی اسلامی ریاست میسر آنے کے بعد، اگر ہم آج کی دنیا پر ایمانی بصیرت کے ساتھ نگاہ ڈالیں تو ہمیں یقین آجائے گا کہ تین صدیوں سے امتِ مسلمہ جس زوال کا شکار تھی وہ عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ وہ زوال جو کئی ادوار کی شکل میں امت پر گزرا اور جس میں تشخص سے لے کر بقا تک کے لیے امت نے جدوجہد کی، آج وہ جدوجہد ثمر آور ہونے کو ہے۔

آج جس جدوجہد کے نتائج ہمارے سامنے ہیں اس کے لیے امت کے ایک گروہ نے اپنی دنیا قربان کر رکھی ہے اور یہ منظر کتنے ہی نوجوانوں کے خون سے رنگین ہے، کتنی ماؤں نے اپنے لختِ جگر اس منزل کے حصول کے لیے قربان کر دیے، تب ہی یہ امت زوال سے نکل کر عروج کے راستے پر گامزن ہوئی۔ لیکن یہ عروج ابھی مکمل ہونا ہے۔ اسلام کے عروج کے لیے ہر خطے کے مسلمانوں کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

اس وقت دنیا کے مختلف خطوں پر اگر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات واضح نظر آئے گی کہ طاغوتی نظام کیسے اپنے پنجے گاڑنے پر تلا ہوا ہے۔ کہیں تعلیم کے نام پر، کہیں امن و آشتی کے بھیس میں، کہیں فنون لطیفہ کا لیبل لگا کر اور کہیں اس طرح کے دیگر خوشنما عنوانات کے ذریعے مسلم معاشروں میں طاغوتی سوچ و فکر اور نظریے کو فروغ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسلیں اسلامی اقدار کو بھول جائیں اور رفتہ رفتہ مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ نام نہاد مسلم ممالک میں آزادی کے نام کا سہارا لے کر اور خواتین کے حقوق کا پرفریب نعرہ لگا کر جمہوری نظام کے ذریعے کتنے ہی اسلامی قوانین کو جو کسی درجے میں آئین کا حصہ تھے بدلا جارہا ہے۔

یہ تو ایک نوعیت کی بات ہے جو کسی بھی صاحب بصیرت شخص سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اب طاغوت کا انہی دلفریب نعروں اور.... عنوانات کے ذریعے اپنے مقاصد کے حصول پر اکتفاء نہیں رہا، بلکہ اب وہ اس سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ ہم اگر برصغیر کے خطے کو ہی لیں تو بیسیوں ایسی مثالیں نظر آئیں گی، جو ایک مسلمان کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔

انڈیا میں گزشتہ دنوں تریپورہ میں ہندوؤں کے ہجوم نے 21 مساجد پر حملے کیے جب کہ 19 مساجد میں بڑے پیمانے پر توڑ پھوڑ بھی ہوئی۔ تین مساجد قرآن و تفاسیر سمیت مکمل طور پر جل کر راکھ ہو گئیں۔ مختلف مقامات پر آر ایس ایس، بی۔ جے۔ پی اور وشو ہندو پریشد (وی ایچ پی) سے وابستہ ہندو انتہا پسندوں کی جانب سے مسلمانوں پر تشدد جاری ہے۔ اسلام کی شعائر کی توہین کی جا رہی ہے۔

لوگ جلوس نکال رہے ہیں اور "ملا گردی نہیں چلے گی" جیسے نعرے لگا رہے ہیں۔ نبی آخر الزماں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلے عام جلوسوں میں گستاخی کی جا رہی ہے، مساجد کو جلایا جا رہا ہے، لوگوں کو مارا پیٹا جا رہا ہے، مکانوں کو مسمار کیا جا رہا ہے اور مسلمانوں کے اموال کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔

بھارت | بی جے پی کی انتہا پسند حکومت آسام میں رسوائے زمانہ شہریت قانون نافذ کر کے وہاں کے مسلمانوں کو "درانداز" قرار دے رہی ہے۔ اُن کے گھروں اور زمینوں سے اُنھیں جبراً نکالا جا رہا ہے۔ ریاستی دہشتگردی سے مسلمانوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کی نسل کشی مودی حکومت کا اصل ہدف ہے۔

دوسری جانب انتہا پسند ہندو صرف انڈیا تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ اب تو مسلم اکثریت والے ملک بنگلہ دیش میں مورتی کے پاؤں پر معاذ اللہ قرآن پاک رکھنے والا دلخراش واقعہ پیش آیا ہے۔ گستاخیوں کے خلاف احتجاج ہوا تو بھارت نواز بنگلہ دیش کی حکومت نے ہندوؤں کے خلاف ایکشن لینے کے بجائے مسلمانوں کو ہی تشدد کا نشانہ بنایا۔ ملک مسلمانوں کا، گستاخیاں ہندو کریں اور پھر مسلمان احتجاج کریں تو گولیاں کھائیں ۔ یہاں تک ہی بس نہیں بلکہ بھارت نواز بنگلہ دیش کی حکومت اب اس مسلم اکثریتی ملک کو سیکولر ریاست بنانے کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔ بنگلہ دیش کے جونیئر وزیر اطلاعات مراد حسن کے مطابق ایک ترمیم کے ذریعے بنگلہ دیش کے ریاستی مذہب اسلام کو ختم کر کے اسے ایک سیکولر ریاست بنایا جائے گا۔

یہ چند حالیہ مثالیں ہیں۔ اس جیسے اور کتنے واقعات رونما ہو رہے ہیں جو اس خطہ کے مسلمانوں کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہیں۔ ان حالات میں ظالموں کے سامنے بے بسی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے جہاد و قتال والا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ خواب غفلت کے پردے چاک کرنے پڑیں گے۔ ہر محاذ پر قوت مجتمع کرنا ہو گی۔ چھوٹی سطح سے بڑی سطح تک ہر میدان میں دشمن کا، دشمن کے عزائم کا، اور دشمن کے حملوں کا تعاقب کرنا ہو گا۔ طاقت کے زور پر مسلط اس دشمن کا مقابلہ طاقت ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے، کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ نام نہاد مسلمان جو دشمن کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں انہیں پہچاننا ہو گا۔ بلا تفریق طاغوت اور طاغوت کے آلہ کاروں کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کا وقت ہے ۔ انہیں للکارنا اور ان سے مقابلہ کرنا لازم ہو چکا ہے۔ آئیں مل کر عزم کریں، تیاری کریں، قوتِ ایمانی بڑھائیں اور اپنے اپنے مورچے سنبھالیں۔ ان شاء اللہ نصرت خداوندی اہل حق کے ساتھ ہے۔

فہم قرآن: قسط ۲

اللہ تعالی کے مقابلے میں دینی پیشواؤں کو ترجیح مت دیں

مولانا شاہ حسین احمد

أَعـوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْـطٰنِ الرَّجيـم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَالۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ‌ ۚ وَمَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِيَـعۡبُدُوۡۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا‌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ۔ [سورة التوبة: 31]

ترجمہ:

انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء ومشائخ کو خدا بنالیا ہے اور عیسیٰ ابن مریم کو (بھی) حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ یہ صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ وہ ان کے خود ساختہ شرکاء سے پاک ہے۔

تشریح:

اس سے پہلی آیت میں یہودیوں کی یہ بدعقیدگی بیان فرمائی تھی کہ انہوں نے عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا اور اس آیت میں ان کی یہ بداعمالی بیان فرمائی گئی ہے انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو خدا کا درجہ دے رکھا تھا۔

یہود ونصاریٰ نے اپنے **علماء ومشائخ** کو اس طرح سے رب بنالیا تھا کہ ان کی بات اس درجے تک مان جاتے تھے جس میں اللہ تعالی کی نافرمانی لازم آتی تھی۔ جس چیز کو علماء ومشائخ نے حلال قرار دیا تو اسے حلال سمجھا اور جسے انھوں نے حرام قرار دیا تو اسے حرام سمجھنے لگ گئے۔ حالانکہ یہ حلال وحرام اللہ تعالی کی وحی اور نبی کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہوتا تھا۔ ان کا مزاج اس طرح کا بن چکا تھا کہ وہ اللہ تعالی ذات سے دور ہو چکے تھے اور انبیاء کی تعلیمات کو بھی رفتہ رفتہ پس پشت ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے دل میں اپنے بڑوں کی عقیدت سرایت کر گئی تھی۔ یہ عقیدت اس درجے تک پہنچ چکی تھی کہ اللہ تعالی کی ذات اور نبی کی تعلیمات اس عقیدت سے پیچھے رہ چکی تھیں۔ ان کے خوف وامید کا مرکز ان کے علماء ومشائخ بن چکے تھے۔ اس بات کی مزید وضاحت ایک حدیث سے ملتی ہے۔ ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا۔ میری گردن میں سونے کی

صلیب لٹک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عدی! اس بت کو اپنی گردن سے نکال کر پھینک دو۔ میں نے سنا کہ آپ ﷺ سورہ براۃ کی آیت اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ تلاوت فرمارہے تھے۔(جس کا ترجمہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنالیا تھا)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: انھوں نے ان کی عبادت نہیں کی لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے تو یہ اسے حلال سمجھتے اور جسے حرام قرار دیتے تو یہ اُسے حرام سمجھتے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن میں ہی اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو انبیاء، شہداء اور صالحین کے راستے پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ جو مؤمنین کے راستے سے ہٹ جائے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور قرآن میں ہی پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالی نے مخاطب کر کے فرمایا کہ ہے کہ اس شخص کی بات نہ مانیں جس کا دل اللہ کی یاد سے غافل ہو۔

یقینا کامیابی کا راستہ تو وہی ہے جسے انبیاء، شہداء، صالحین اور مؤمنین نے اختیار کیا۔ لیکن اس راستہ کو اختیار کرنے کے نتیجے میں اگر غیر اللہ کی محبت، غیر اللہ کی عقیدت اور غیر کی پیروی کا جذبہ اللہ تعالی کے مقابلے میں بڑھ جائے اور انسان اپنے آپ کو غیر اللہ کا غلام سمجھنے لگے تو یہ خطرے کی بات ہے۔ یہ راستے تو وہ راستے ہیں جن سے ہم نے خالق تک پہنچنا ہے۔ اگر انہی میں الجھ بیٹھیں اور رب کی ذات کو پس پشت ڈال دیں تو انتہائی خسارے کی بات ہے۔

اللہ تعالی نے اہل ایمان کو متنبہ کرنے کے لیے یہود و نصاری کی اس خصلت کو بیان فرمایا کہ ہمیشہ اپنے ایمان کا محاسبہ کرتے رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اصل رب کو چھوڑ کر مخلوق کو رب کا درجے دینے لگ جائیں، رب کی عقیدت سے زیادہ مخلوق میں سے کسی کی عقیدت دل میں بیٹھ جائے اور اس کی اطاعت کو چھوڑ کر مخلوق کی اطاعت میں سر گرداں ہو جائیں۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت ہمیں ہمیشہ اس تنبیہ کو کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنی چاہیے۔ زندگی کے ہر موڑ پر اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کہیں ہم سے اس معاملے میں کوتاہی تو نہیں ہو رہی؟ کیا ہم اللہ تعالی کی ذات کے مقابلے میں مخلوق کو تو نہیں لا رہے، کہیں ایسا تو نہیں ہو رہا کہ اس کی ذات کو چھوڑ کر مخلوق میں الجھ گئے ہوں۔ اللہ تعالی ہمیں اپنی حقیقی معرفت نصیب فرمائے اور انبیاء، شہداء وصالحین کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین!

فہم حدیث: قسط ۲

فتنے کے زمانے کا بہترین عمل

مولانا شاہ حسین احمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ ". (صحیح بخاری: 19)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ وقت قریب ہے جب مسلمان کا (سب سے) عمدہ مال (اس کی بکریاں ہوں گی)۔ جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور برساتی وادیوں میں اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لیے بھاگ جائے گا۔

تشریح:

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت نے فتنوں میں مبتلا ہونے، فتنوں کے معاملے میں لچک دکھانے یا فتنوں کے ساتھ ساتھ چلنے کی ہر گز اجازت نہیں دی۔ شریعت کا عمومی مزاج سماج و معاشرے میں رہ کر کام کرنے کا ہے، لیکن سماج و معاشرہ اور دنیا کی چیل پیل میں چلتے رہنے کی اس وقت تک اجازت ہے جب تک ایک مؤمن اپنے دین کی حفاظت کر پائے۔ اگر فتنوں کے مقابلے کی سکت بھی نہیں رکھتا۔ اور خوف، لالچ یا معاشرے کے رواج کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس وقت کے لیے بہتر طریقہ یہی ہے کہ دین کو بچانے کے لیے فتنوں سے بھاگتے ہوئے پہاڑوں کا رخ کر دیا جائے اور مال مویشی سے اپنے گزر اوقات کا سامان کیا جائے۔

اور یقینا اس مجاہدے والے راستے کو اختیار کرنے والا شخص، پہاڑوں پر جا کر گزر اوقات کرنے والا شخص اگر فتنوں کو پہچانکر ان سے بچنے کے لیے اور اپنے دین کو بچانے کی خاطر یہ راستہ اختیار کرے گا تو بعید نہیں کہ اللہ تعالی اس کے اندر فتنوں سے مقابلے کی ہمت پیدا فرما دیں اور مقابلے کی توفیق بھی عطا فرمایں۔ یہ مجاہدہ حقیقت میں فتنوں سے مقابلہ کرنے کی ایک تربیت ہے۔ عموماً عیش و عشرت کی زندگی گزارنے ور سہولیت کے وافر ہونے کی وجہ سے دنیا دل میں گھر کر جاتی ہے اور انسان بزدلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر کچھ وقت کے لیے سہولیات سے اور پُر عیش زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے تو مزاج

بدلنے لگتا ہے۔ مجاہدے سے ہمت وجرات، حوصلہ، دنیا کی زندگی کی حقارت، اللہ تعالی کی معرفت جیسی صفات انسان میں پیدا ہو جاتی ہیں اور انسان رب کی رضا کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور قربانی کا جذبہ ہی وہ جذبہ ہے جس سے فتنوں کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر بعض اوقات یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ شاید فتنوں کے دور میں اصل طریقہ یہی ہے کہ انسان پہاڑوں میں اوجھل ہو جائے حالانکہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ شریعت کی اصل تعلیم یہ ہے کہ فتنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر مقابلے کرنے کی سکت نہ ہو تو پہاڑوں پر جانے والا راستہ اختیار کیا جائے تاکہ مقابلے کی ہمت پیدا۔ درمیان کا کوئی راستہ شریعت نے نہیں چھوڑا کہ معاشرے کے افراد کے ساتھ گھل مل کر رہا جائے اور فتنوں کے ساتھ بھی ساز باز کر لیا جائے۔ معاشرے میں رہنا ہے تو ایمان کو بچانا، فتنوں میں شامل ہونے سے انکار کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا لازم ہے۔ پہاڑوں کا رخ کرنے سے فتنوں کا مقابلہ کرنا بہتر ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث ملاحظہ کیجیے:

عَنْ ابی سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ .رضی اللہ عنہ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " مُؤْمِنٌ يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ ". قَالُوا ثُمَّ مَنْ قَالَ " مُؤْمِنٌ فِي شِعْبٍ مِنَ الشِّعَابِ يَتَّقِي اللَّهَ، وَيَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّهِ ". (صحيح بخاری: 2786)

ترجمہ:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا اے اللہ کے رسول! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اس کے بعد کون؟ فرمایا وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے' اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔

اس حدیث میں واضح طور پر رسول اللہ ﷺ نے افضل شخص اسے قرار دیا ہے جو اپنی جان ومال کے ذریعے اللہ تعالی کے راستے میں نکل پڑے۔ اس کے بعد اس شخص کا درجہ بتلایا گیا ہے جو کسی گھاٹی میں رہتا ہو اور اللہ تعالی سے ڈرتا ہوں۔ گھاٹی میں رہتے ہوئے تقوی اختیار کرے اور لوگوں کو اپنے شر ور سے بچانے کی بھی نیت کرے۔ عموماً فتنے کے دور میں اگر فتنے کے مقابلے کی سکت نہ ہو تو انسان خود بھی اس میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی اس فتنے اور گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ اس لیے ایسے شخص کے لیے گھاٹی ہی بہتر ہے جو خود بھی فتنوں کا مقابلہ نہ کرتا ہے اور خدشہ ہو کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی فتنے میں مبتلا ہوں گے۔ لیکن افضل شخص اس دور میں بھی وہی ہو گا جو جان ومال لے اللہ تعالی کے راسے میں نکل جائے۔

تزکیۂ نفس:

قسط:۱

تزکیہ اور فنائے نفس

مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ۝[1]

اولیاء اللہ تا قیامت رہیں گے:

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمّت و ارادے جیسی بہت سی ایسی خوبیاں رکھی ہیں کہ اگر انسان ان کا صحیح استعمال کر لے تو یہی انسان اس زمانہ میں بھی، اس مہینے میں بھی، اس دن میں بھی اور اس وقت میں بھی اولیاء اللہ کی جو آخری سرحد ہے جس کے بعد نبوت شروع ہوتی ہے اس سرحد تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ نبوت کے دروازے بند ہوئے ہیں لیکن ولایت کے تمام دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں

هنوز آں ابر رحمت درفشاں است

خم و خمخانہ بہ مہر و نشاں است

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت کی شراب کے مٹکے کے مٹکے تیار ہیں، بس پینے والے چاہئیں، اس زمانہ میں بھی کسی ولی کی کوئی کرسی خالی نہیں ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ اب کہاں ہیں، سب چلے گئے۔ ارے! اب بھی ہیں لیکن تمہارے پاس آنکھیں نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: وَكُونُواْ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ[2] اللہ والوں کے پاس رہو، اہلِ یقین کے پاس رہو، اہلِ تقویٰ کے پاس رہو تاکہ تم بھی متقی ہو جاؤ۔ کیا یہ آیت صرف چند صدیوں کے لیے تھی اور اب اولیاء اللہ دنیا سے اُٹھ گئے ہیں؟ جب خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، شاہ عبد القادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ بہاؤالدین نقشبندی رحمہم اللہ تعالیٰ دنیا سے چلے گئے تو کیا اب دنیا اولیاء اللہ سے خالی ہو گئی؟ نہیں بھئی ایسا ہرگز نہیں ہے، میں اپنے

---

[1] الشمس: ۹،۱۰

[2] التوبہ: ۱۱۹

بڑوں کی بات پیش کر رہا ہوں، حکیم الامّت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اس دور میں بھی اللہ والوں کی سب کرسیاں بھری ہوئی ہیں، اگر کوئی کرسی خالی ہوتی ہے، اللہ کے کسی ولی کو موت آتی ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے آدمی کو بٹھا دیتے ہیں، اولیاء اللہ کی کرسیاں خالی نہیں رہتیں۔ اس پر حضرت تھانوی نے یہ شعر پڑھا؂

ہنوز آں ابر رحمت در فشاں است

خم و خمخانہ بہ مہر و نشاں است

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بادل اب بھی برس رہے ہیں۔ نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے، ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا، اللہ کے ولی قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، جس کا جی چاہے اللہ کا ولی بن جائے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اختیار دے دیا ہے۔

ہر انسان اللہ کا ولی بن سکتا ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ولی بننے کا اختیار بندے کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ آپ کہیں گے کیسے؟ تو ولی اللہ بننے کے دو جز ہیں، ان دو جز سے انسان ولی اللہ بنتا ہے، نمبر ایک ایمان اور نمبر دو تقویٰ۔ اس کی دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ يَتَّقُونَ [3] جو مومن ہیں اور متقی ہیں۔ ایمان کی دولت تو الحمدللہ ہم سب کو حاصل ہے، فکر کرنا ہے تو تقویٰ کی اور تقویٰ کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ انسان میں گناہ کا میلان ہی پیدا نہ ہو، اگر لوگ بغیر میلان کے متقی بن جاتے تو سب سے پہلے بجلی کے کھمبے ولی اللہ ہوتے کیوں کہ ان کو کسی ٹیڈی کو دیکھ کر کوئی خیال نہیں آتا، جتنے درخت ہیں سب ولی اللہ ہو جاتے۔ کیوں بھئی! درختوں کو کوئی برا خیال آتا ہے؟ یہی تو کمال ہے کہ دل میں برا خیال آئے، گناہ کا تقاضا پیدا ہو مگر اس پر عمل نہ ہو، یہ منفی عبادت ہے، گناہوں سے بچنا منفی عبادت ہے اور نماز روزہ کرنا مثبت عبادت ہے جیسے مثبت تار اور منفی تار دونوں تاروں سے بلب جلتا ہے۔ جو لوگ بجلی کا کام کرتے ہیں وہ بتائیں کہ بلب جلانے کے لیے دو تاروں کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟ مائنس اور پلس، مثبت اور منفی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو منفی تار بھی دے دیے، ہم کو غصہ بھی آئے گا، شہوت بھی پیدا ہو گی، جھوٹ بولنے کو بھی جی چاہے گا، لڑائی کرنے کو بھی جی چاہے گا، بدتمیزی، گستاخی کرنے کو بھی جی چاہے گا، سستی بھی گھیر لے گی، جی چاہے گا کہ چلو سوتے رہو، نماز ہی نہ پڑھو، اماں ابا سے لڑنے کو بھی جی چاہے گا، بیوی کا شوہر سے بدتمیزی کرنے کو بھی جی چاہے گا اور شوہر کا جی چاہے گا کہ بیوی کی خوب پٹائی کروں۔ گناہوں کے یہ برے تقاضے سب منفی تار ہیں، ان تقاضوں پر عمل نہ کرنا منفی عبادت ہے، آپ چاہتے ہیں کہ مثبت تار تو ہو مگر گناہوں کے تقاضے نہ ہوں، منفی تار نہ ہو، گناہوں سے بچنے کا غم نہ اٹھانا پڑے بس مفت میں ولی اللہ بن جائیں۔

---

[3] یونس: ۶۳

قائدین جہاد:

اقوامِ متحدہ کی حقیقت اور امتِ مسلمہ کو نصیحت

از: شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

اُردو ترجمہ: ابن قاسم میڈیا

(یہ تحریر شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ کے نومبر ۲۰۲۱ میں جاری ہونے والے ویڈیو بیان کا اردو ترجمہ ہے۔ ادارہ)

بسمِ اللهِ والحمدُ للهِ والصلاةُ والسلامُ على رسولِ اللهِ وآلِه وصحبِه ومن والاه

شروع اللہ کے نام سے، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، اور دُرود و سلام ہو اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر، آپ کی آل پر، صحابہ کرامؓ پر اور آپ کے وفاداروں پر....

میرے پیارے مسلمان بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد:

آج میں امتِ مسلمہ کو اقوامِ متحدہ کے خطرے سے خبردار کرنا چاہتا ہوں، یہ بحث درج ذیل حصوں کا احاطہ کرے گی:

- تعارف
- اقوامِ متحدہ کے منشور (چارٹر) کا مختصر جائزہ
- انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کا مختصر جائزہ
- یونیسکو کی سرگرمیوں کا خلاصہ
- اقوامِ متحدہ کی مسلمانوں سے عملی دشمنی کا مختصر جائزہ
- خاتمہ

تعارف:

شروع میں ہمیں یہ واضح کرنا ہوگا کہ اقوامِ متحدہ کو دوسری جنگِ عظیم کی فاتح طاقتوں نے پوری دنیا پر ایک سیاسی اور نظریاتی نظام مسلط کرنے کے مقصد سے اور باقی ساری انسانیت پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی غرض سے تشکیل دیا تھا۔ اگرچہ اقوامِ متحدہ، بین الاقوامی تعاون کی ایک تنظیم ہونے کے بلند ترین دعوے کرتی ہے۔

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کا مختصر جائزہ

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے سرسری جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دنیا کو کنٹرول کرنے اور اس پر ایک بے دین اور غیر اخلاقی نظریہ مسلط کرنے کے لئے تشکیل دی گئی تنظیم ہے جو شریعتِ اسلامیہ سے متصادم ہے۔ اور جب ہم اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر غور کرتے ہیں تو درج ذیل چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

1. **اول: شریعت سے متصادم قانون کے ذریعے فیصلے کرنا۔**

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فیصلے یا تو مطلق اکثریت یا دو تہائی اکثریت کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں۔ اور سلامتی کونسل کو جنرل اسمبلی پر فوقیت حاصل ہے اور اس میں پانچ مستقل ارکان شامل ہیں جو دنیا کے سب سے بڑے مجرم ہیں اور ان کی منظوری کے بغیر کوئی فیصلہ لینا ناممکن ہے۔ دوسرے لفظوں میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فیصلے اکثریت کی بنیاد پر کیے جاتے ہیں جبکہ سلامتی کونسل کو جنرل اسمبلی پر فوقیت حاصل ہے۔ پھر پانچ مستقل ارکان سب سے اوپر ایک مقدس حیثیت سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اور وہی اقوامِ متحدہ کے حقیقی حکمران ہیں۔

یعنی، جاہلیت پر جاہلیت اور اس پر پھر جاہلیت۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح کیا ہے کہ اُس کی شریعت کے علاوہ کوئی بھی قانون جاہلیت کا قانون ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لیے اللہ سے اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟﴾ (المائدۃ:50)

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کا آرٹیکل نمبر 1 واضح کرتا ہے کہ:

'بین الاقوامی امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے کے لئے... اور جارحیت کی کارروائیوں یا امن کی دیگر خلاف ورزیوں کو دبانے کے لئے، اور پر امن ذرائع سے، اور انصاف کے اصولوں اور بین الاقوامی قانون کے مطابق، بین الاقوامی تنازعات کا تصفیہ یا ایسے حالات جو امن کے لیے خطرے کا باعث بن سکتے ہیں'۔

پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر ڈاکٹر حسن نافعہ، اس آرٹیکل پر تبصرہ کرتے ہیں:

'اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ کسی بھی ایسے معاہدے یا تصفیے کی توثیق نہیں کر سکتی جو منطقی استدلال یا طاقت کے توازن کے مطابق تو ہو لیکن وہ تصفیہ انصاف کے اصولوں یا بین الاقوامی قوانین سے متصادم ہو'۔

دوسرے لفظوں میں، اقوامِ متحدہ کی رکنیت قبول کرنے کا مطلب شریعت سے متصادم قانون کے ذریعے فیصلے قبول کرنا ہے اور شریعت کو مکمل طور پر ترک کرنا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنا بجائے خود یہ مطالبہ کرتا ہے کہ تمام معاملات (جنرل اسمبلی میں) اکثریت کی مرضی یا اقوامِ متحدہ کی ڈوریں کھینچنے والے پانچ مستقل اراکین کی مرضی یا بین الاقوامی قانون یا تجریدی انصاف کے مبہم حکم کے مطابق حل کیے جائیں گے۔ یعنی، اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنا، جاہلیت کے قانون کو برضا و رغبت قبول کرنا ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾(المائدۃ:50)

دوم: دیگر معاہدوں اور قوانین کے مقابلے میں اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی غالب حیثیت:

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 103 میں کہا گیا ہے:

رکن ریاست کی کسی بھی بین الاقوامی ذمہ داری اور اقوام متحدہ کے چارٹر کے ذریعہ طے شدہ ذمہ داریوں کے درمیان تنازعہ کی صورت میں رکن ریاست مؤخر الذکر کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کی پابند ہو گی۔

قاہرہ یونیورسٹی کے پولیٹیکل سائنس کے پروفیسر ڈاکٹر حسن نافعہ، اس سلسلے میں کہتے ہیں:

'اقوام متحدہ کا چارٹر محض ایک بین الاقوامی تنظیم کا بانی منشور یا اس کی پلے بک نہیں ہے؛ اس کا دائرہ کار اس سے بہت آگے جاتا ہے۔ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کو بین الاقوامی معاہدوں میں اعلیٰ مقام حاصل ہے اور اسے بین الاقوامی قانون کے سب سے اہم اور باوقار اصولوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے'۔

اس کے بعد وہ چارٹر کے آرٹیکل 103 پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

'اس سے واضح ہوتا ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں درج اصولوں کی مخالفت کرنے والے کسی بھی معاہدے کا انعقاد غیر قانونی تصور کیا جائے گا۔ دوسرے لفظوں میں، ریاستی سرگرمیاں یا ریاستی طرزِ عمل جو واضح طور پر اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی مخالفت یا خلاف ورزی کرتا ہے، اسے بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی اور بین الاقوامی قانونی حیثیت کی مخالفت سمجھا جائے گا'۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی پاسداری کرنے والی کسی ریاست کے لئے کسی دوسری ریاست کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا غیر قانونی ہو گا جو اقوام متحدہ کے چارٹر کی روح کے خلاف ہو۔ مثلاً، اگر دو حکومتیں شرعی احکام کی بنیاد پر کوئی معاہدہ کرتیں ہیں، جیسے شریعت کے مطابق تعلیمی نصاب پر اتفاق کرنا، تو یہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور اس کی شقوں کے

خلاف ہو گا جو شریعتِ اسلامیہ سے متصادم ہیں۔ اور اس طرح ان دونوں حکومتوں کو ایسے معاہدوں کو منسوخ کرنا پڑے گا (جو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے منافی ہیں)۔

اسی طرح اگر کوئی مسلمان ریاست اقوامِ متحدہ کی رکن ریاست کے قبضے سے آزادی حاصل کرنے والی کسی دوسری مسلمان ریاست کو تسلیم کرے مثلاً امارتِ اسلامیہ کی جانب سے چیچنیا کی مجاہدین کی حکومت کا اعتراف کرنا، تو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مطابق اسے غیر قانونی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی اسلامی حکومت کسی رکن ریاست کے خلاف مجاہدین کی مدد کرے، مثال کے طور پر اسرائیل کے خلاف فلسطینی مجاہدین، یا روس کے خلاف چیچن مجاہدین، یا اِیتھوپیا کے خلاف صومالی مسلمانوں، یا فرانس کے خلاف مالی کے مسلمانوں یا بشاری حکومت کے خلاف شامی مسلمانوں کی حمایت کرنا، تو یہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی سمجھا جائے گا۔

اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنے والی ریاست، اسلامی سرزمینوں پر کافر قابضین کے خلاف جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرنے کا فرضِ عین بھی ادا نہیں کرے گی۔ یعنی، اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنے والی کسی بھی ریاست کو اسے شریعتِ اسلامیہ سے بالاتر سمجھنا ہو گا؛ وہ شریعت جو حکم دیتی ہے کہ مسلم سرزمینوں کی آزادی کے لئے جہاد ایک فرضِ عین ہے۔

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی اس غالب حیثیت کی تصدیق انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے کے آرٹیکل 29 سے کی جاتی ہے جو 1948 میں جاری کیا گیا تھا۔ اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ اس میں شامل حقوق کو اس انداز سے استعمال نہیں کیا جائے گا جو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مقاصد سے متصادم ہو۔

یعنی یہ اعلامیہ بنی نوع انسان کے وقار، آزادی اور اِستقلال کی خاطر وضع نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اسے دوسری جنگِ عظیم کی فاتح طاقتوں کی مرضی کے تابع بنانے کے لئے تشکیل دیا گیا تھا جیسا کہ ہم بعد میں اس پر تفصیل سے بات کریں گے۔ انشاء اللہ

سوم: اقوامِ متحدہ کی رکنیت اس کے چارٹر کے التزام پر منحصر ہے:

رکنیت حاصل کرنے کے طریقہ کار کا خلاصہ یہ ہے کہ خواہش مند ریاست، اقوامِ متحدہ کے سیکریٹری جنرل کو رکنیت کے مطالبے کا خط لکھے گی اور اس مطالبے کے ساتھ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی پاسداری کا اعلان بھی ہونا چاہئے۔ اقوامِ متحدہ سے بے دخلی کے لئے بھی یہی بات درست ہے۔ چارٹر کے آرٹیکل 6 میں کہا گیا ہے کہ جنرل اسمبلی کسی رکن ریاست کو نکال سکتی

ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے چارٹر میں درج اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے دیباچے میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"اس کے مطابق، ہماری متعلقہ حکومتیں، سان فرانسسکو شہر میں جمع ہونے والے نمائندوں کے ذریعے، جنہوں نے اپنے صحیح، مناسب اور مکمل اختیارات کا مظاہرہ کیا ہے، اقوامِ متحدہ کے موجودہ چارٹر پر رضامند ہو چکی ہیں اور اس طرح اقوامِ متحدہ کے نام سے ایک بین الاقوامی تنظیم قائم کرتی ہیں"۔

یعنی، اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنے والی ریاست اُن مقاصد کو پورا کرنے کے لئے کفار کے ساتھ اپنی کوششوں کو متحد کرنے پر اتفاق کرتی ہے جو شریعتِ اسلامیہ کے فیصلوں سے متصادم ہیں۔

آرٹیکل 2 میں کہا گیا ہے:

تنظیم اور اس کے اراکین آرٹیکل نمبر 1 میں بیان کردہ مقاصد کے حصول میں درج ذیل اصولوں کے مطابق کام کریں گے:

i. یہ تنظیم تمام رکن ممالک کی مساوی خود مختاری کے اصول پر مبنی ہے۔

ii. تمام اراکین نیک نیتی سے موجودہ چارٹر کے مطابق ان پر فرض کردہ ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔

یعنی مقبوضہ فلسطین پر اسرائیلی خود مختاری کسی بھی رکن ریاست کی اپنے علاقوں پر خود مختاری سے مختلف نہیں ہے اور تمام رکن ممالک ایک دوسرے کی خود مختاری کا احترام کرنے کے پابند ہیں۔

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 25 میں اعلان کیا گیا ہے کہ تمام رکن ممالک سلامتی کونسل کی قراردادوں کی پاسداری اور ان پر عمل درآمد کا عہد کرتے ہیں۔

لہٰذا یہ واضح ہے کہ اقوامِ متحدہ میں شامل ہونے والی کوئی بھی ریاست اس کے چارٹر کو تسلیم کرتی ہے اور اسے قبول کرتی ہے اور اس میں شامل قوانین، اصولوں اور ذمہ داریوں کی پاسداری کرنے کی پابند ہے۔

چہارم: اقوامِ متحدہ کا چارٹر واضح طور پر شریعتِ اسلامیہ کی خلاف ورزی کرتا ہے جب وہ مردوں اور عورتوں کو اور مسلمانوں اور کافروں کو مساوی حقوق دیتا ہے:

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے دیباچے میں بیان کیا گیا ہے:

'ہم، اقوامِ متحدہ کے عوام، جنگ کی لعنت سے آنے والی نسلوں کو بچانے کے لئے پر عزم ہیں...اور بنیادی انسانی حقوق، انسانی شخص کے وقار اور قدر، مردوں اور عورتوں اور چھوٹی بڑی قوموں کے مساوی حقوق پر اعتقاد کا اعادہ کرتے ہیں...'

چارٹر کے پہلے آرٹیکل کے تیسرے پیراگراف میں کہا گیا ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مقاصد اور اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ:

'... معاشی، معاشرتی، ثقافتی یا انسانی کردار کے مسائل کے حل اور نسل، جنس، زبان یا مذہب کے امتیاز کے بغیر سب کے لئے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کو فروغ دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے میں تعاون کرنا...'

چارٹر کے 13 ویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے کہ جنرل اسمبلی کو اس مسئلے کا تفصیل سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ یہ مختلف شعبوں سے متعلق تجاویز پیش کرتا ہے: '... نسل، جنس، زبان یا مذہب کے امتیاز کے بغیر سب کے لئے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے حصول میں مدد فراہم کرنا...'۔

اور یہ شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت ہے جیسا کہ شریعت مردوں اور عورتوں کے حقوق میں فرق کرتی ہے کیونکہ ہر جنس مختلف حقوق کی حقدار ہے اور مختلف فرائض سرانجام دیتی ہے۔

پس ایک مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کے مالی اخراجات برداشت کرے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کا مہر ادا کرے اور اُسے اور اُس کے بچوں کو رہائش، لباس اور کھانا فراہم کرے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ ان کو آزمائشوں، انحراف اور گناہ کے کاموں سے بچائے اور ان پر کسی بھی قسم کی جارحیت کے خلاف ان کا دفاع کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: 'جو اپنے مال یا اپنے اہل وعیال یا اپنی جان یا اپنے دین کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے'۔

عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اس کے مال، اس کے گھر اور اس کے بچوں کی حفاظت کرے۔ عورت ریاست کی سربراہ یا گورنر یا مسلح افواج کی سربراہ نہیں بن سکتی۔ وہ نمازوں کی امامت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس پر کفائی جہاد فرض کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح شریعت مرد اور عورت کے مابین ستر، گواہی اور میراث وغیرہ میں فرق کرتی ہے لیکن اقوامِ متحدہ ان تمام چیزوں کا انکار کرتی ہے۔ اور اسی طرح شریعتِ مطہرہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرتی ہے۔ ایک کافر اعلیٰ عوامی عہدوں یا عدلیہ کا حصہ بننے کا حقدار نہیں ہے۔ اس پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔ (نہ صرف یہ) بلکہ شریعت تو مختلف قسم کے کفار میں بھی فرق کرتی ہے اور انہیں ذمی (اسلامی ریاست کے تحفظ اور ذمہ داری کے تحت)، مستأمن (پناہ

گزین)، معاہد (کسی معاہدے کا فریق) اور حربی (جنگجو دشمن) میں تقسیم کرتی ہے اور اس معاملے سے متعلق فقہی تفصیلات موجود ہیں۔

تاہم اقوامِ متحدہ کا چارٹر، شریعتِ اسلامیہ سے متصادم، ایک نظریے اور قوانین کے مجموعے پر مبنی ہے جو دوسری جنگِ عظیم کے فاتحین باقی انسانوں پر مسلط کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ اقوامِ متحدہ بین الاقوامی تعاون کی تنظیم نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی تنظیم ہے جسے بڑے مجرموں نے پوری انسانیت - خصوصاً مسلمانوں - کے اعتقادی نظام کو تبدیل کرنے کے لئے تشکیل دیا ہے۔

پنجم: چارٹر مردوں اور عورتوں کی ایسی آزادی کی توثیق کرتا ہے کہ وہ اخلاقیات اور مذہب کی پابندیوں سے خود کو آزاد کرا سکیں:

چارٹر کے آرٹیکل 55 میں کہا گیا ہے:

'اقوامِ متحدہ جنس، نسل، زبان یا مذہب کے امتیاز کے بغیر سب کے لئے انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام اور ان کی پاسداری کو فروغ... دے گی'۔

چارٹر جس بنیادی آزادی کی پاسداری کرتا ہے وہ محض انسان کی باوقار زندگی گزارنے کی آزادی نہیں ہے؛ بلکہ یہ زنا، ہم جنس پرستی اور مرتد ہونے کی آزادی جیسی ہر قسم کی بے حیائی و بداخلاقی میں ملوث ہونے کی آزادی دیتا ہے۔ اس اصول کی تصدیق انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے سے ہوتی ہے اور اقوامِ متحدہ کی طرف سے منعقد کی گئی مختلف کانفرنسوں کے ذریعہ اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس پر ہم انشاء اللہ بعد میں بات کریں گے۔ لہٰذا یہ شریعتِ مطہرہ سے ایک اور واضح تضاد ہے۔

ششم: چارٹر رکن ممالک کی سیاسی خودمختاری کے تحفظ اور ان کی علاقائی سرحدوں کے تقدس پر زور دیتا ہے اور کسی رکن ریاست کی جانب سے دوسرے کے خلاف طاقت کے استعمال سے منع کرتا ہے:

لہٰذا اگر کوئی ریاست چارٹر پر دستخط کرتی ہے تو وہ دیگر ریاستوں کی طرف سے مسلم سرزمینوں کو غصب کرنے کو ہر طرح سے تسلیم کرتی ہے اور ان علاقوں پر قبضہ کرنے کے اُن کے حق کی تصدیق کرتی ہے۔ چارٹر کے دیباچے میں کہا گیا ہے:

'... اصولوں اور طریقوں کی قبولیت سے، اس بات کو یقینی بنانا کہ مشترکہ مفاد میں ...، مسلح طاقت کا استعمال نہیں کیا جائے گا'۔

یعنی فوجی طاقت کے استعمال کی اجازت صرف اسی صورت میں دی جاتی ہے جب یہ رکن ممالک کے مشترکہ مفاد کی خاطر ہو۔ لہٰذا اگر فلسطینی مسلمان فلسطین کو اسرائیلی قبضے سے آزاد کرانے کی کوشش کریں اور دیگر مسلمان ان کو مدد کی پیشکش کریں تو اقوامِ متحدہ کے چارٹر کی بنیاد پر اسے غیر قانونی سمجھا جائے گا کیونکہ اسرائیل ایک رکن ریاست ہے اور یہ اسرائیل کے مفاد میں نہیں ہے کہ مجاہدین اُس کے خلاف فلسطینیوں کی مدد کریں۔

چیچنیا، قفقاز اور وسطی ایشیا کے مسلم خطوں پر روسی قبضے، کشمیر پر ہندوستان کے قبضے، سبتہ اور ملیلا پر ہسپانوی قبضے، مشرقی ترکستان پر چینی قبضے، زیلع اور ہرر پر اِیتھوپیا کے قبضے، زنجبار پر تنزانیہ کے قبضے، صومالیہ پر کینیا کے قبضے اور مالی پر فرانسیسی قبضے پر بھی یہی تشبیہ لاگو ہوتی ہے۔

دوسری طرف شریعت ان سرزمینوں اور اس میں موجود لوگوں کو کفار کی بالادستی سے آزاد کرانے کے لئے جہاد کو فرضِ عین قرار دیتی ہے۔

مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر جو احناف (رحمھم اللہ) کی معتبر کتب میں سے ہے، میں بیان کیا گیا ہے:

'اگر جہاد کے لیے نفیر کا اعلان کر دیا جائے تو یہ دشمن کے قریب رہنے والوں پر فرض عین ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ جہاد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، جہاں تک دشمن سے دور رہنے والوں کا تعلق ہے تو اگر دشمن کے قریب رہنے والے لوگ مزاحمت کرنے سے قاصر ہوں یا مزاحمت کی صلاحیت ہونے کے باوجود سستی یا غفلت کا مظاہرہ کریں تب اُن سے آگے کے قریب والوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے اور پھر ان کے بعد والوں پر، یہاں تک کہ فرضیت کا دائرہ مشرق اور مغرب کے تمام لوگوں تک پھیل جاتا ہے'۔

شیخ عبداللہ عزام (رحمہ اللہ):

"اور یہی وجہ ہے کہ آج تمام امتِ مسلمہ پر جہاد فرضِ عین ہے۔ اور یہ آج فرضِ عین نہیں ہوا بلکہ جہاد اندلس کے سقوط کے دن سے فرضِ عین ہے، یعنی 1492ء سے۔ یہ پانچ صدیوں پہلے فرضِ عین ہوا تھا۔ اور امت پانچ صدیوں سے گناہ گار ہے کیونکہ وہ اندلس واپس لینے میں ناکام ہوگئی۔ جہاد آج ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ یہ افغانستان کی آزادی یا فلسطین کی آزادی سے ساقط نہیں ہو گا۔ یہ فرضِ عین اس وقت مکمل ہو گا جب ہم ہر اُس سرزمین کے ٹکڑے کو واپس لے لیں گے جو کبھی 'لا الہ الا اللہ' کے جھنڈے کے نیچے تھی۔ جہاد موت تک آپ پر فرضِ عین ہے جیسے پانچ نمازیں فرض ہیں اور موت

تک وہ ساقط نہیں ہو سکتیں۔ اپنی تلواریں اٹھایئے اور زمینوں کو آزاد کروانے نکلیئے۔ یہ فرضِ عین اس وقت تک ساقط نہیں ہو گا جب تک آپ اپنے رب سے نہیں ملتے۔ ایسے ہی جیسے آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ میں نے پچھلے سال روزے رکھے تھے اس لیے اس سال نہیں رکھوں گا، یا میں نے پچھلے جمعے کی نماز ادا کی تھی اس لیے اس جمعے نہیں پڑھوں گا۔ اسی طرح آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے پچھلے سال جہاد کیا تھا اس لیے میں اس سال آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

چارٹر کے دوسرے آرٹیکل کے چوتھے پیراگراف میں مذکورہ بالا اصول بیان کیا گیا ہے:

'تمام اراکین اپنے بین الاقوامی تعلقات میں کسی بھی ریاست کی علاقائی سالمیت یا سیاسی آزادی کے خلاف خطرے یا طاقت کے استعمال یا اقوامِ متحدہ کے مقاصد سے مطابقت نہ رکھنے والے کسی اور طریقے کے استعمال سے گریز کریں گے'۔

دسویں آرٹیکل میں ہر ریاست کی سیاسی آزادی اور علاقائی سالمیت کے احترام کا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دستخط کرنے والی پارٹی کو رکن ممالک بشمول اسرائیل، ہندوستان، روس، چین، ہسپانیہ، ایتھوپیا، کینیا اور مسلم سرزمینوں پر قبضہ کرنے والی دیگر ریاستوں کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی کا احترام کرنا ہو گا۔ لہٰذا اس قبضے کا احترام کرنا ہو گا اور اسے قانونی اور جائز تسلیم کرنا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے بار بار اس مؤقف کا اعادہ کیا ہے کہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کرنے والی ہر ریاست اِن ریاستوں کے مسلم سرزمینوں پر قبضے کو عملی طور پر تسلیم کرتی ہے جن کی آزادی شریعت کی رُو سے ہم پر فرض ہے۔

میں اپنے مسلمان بھائیوں، مجاہدین اور علمائے حق کے لئے یاد دہانی کے طور پر یہ وضاحت پیش کرنا چاہوں گا کہ مسلم دنیا کے تمام رکن ممالک نے اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر دستخط کر کے اسرائیلی ریاست کو تسلیم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چارٹر تمام رکن ممالک۔ بشمول اسرائیل۔ کی سالمیت اور تحفظ کو مقدس مانتا ہے۔

چارٹر پر دستخط کر کے انہوں نے اپنے تنازعات کے فیصلے شریعت کے مطابق نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اس کے بجائے سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی سے فیصلے کروانے کو قبول کر لیا ہے۔ اس میں 1947 میں فلسطین کو تقسیم کرنے کا فیصلہ، قرارداد 242 اور دیگر قراردادیں شامل ہیں جن میں مسلمانوں کی رسوائی ہے اور انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا گیا ہے۔

السحاب:

اس عذر کے بارے میں جو اقوامِ متحدہ سیاسی آزادی اور علاقائی خود مختاری کے احترام کے بہانے استعمال کرتی ہے، شہید صدر زلیم خان یندربی نے اپنی قیمتی کتاب 'چیچنیا، سیاست اور حقیقت کے درمیان' میں لکھا ہے۔

عیسائیت کے پیروکاروں کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ اقوامِ متحدہ انہیں استعمار کے چنگل سے مکمل طور پر آزاد کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تاہم دیگر مذہبی گروہوں – خصوصاً اسلام کے پیروکاروں – کے معاملے میں اقوامِ متحدہ، نو استعمار کی مختلف شکلوں کی تخلیق اور قیام کے لیے ضروری حالات پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

آسان الفاظ میں، غیر عیسائی قوموں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے اور انہیں ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے جو حکمران عیسائی ٹولہ ایسے ذرائع سے کرتا ہے جسے وہ مناسب سمجھتا ہے۔ ان کو اپنی تقدیر کا تعین کرنے کے حق سے انکار کرنے کے لئے اکثر استعمال کیے جانے والے ذرائع میں ریاست کی طرف سے ذاتی آزادیوں کا انکار یا ریاست کی سالمیت کے تحفظ اور اس کے انتشار کو روکنے کے بہانے کا استعمال ہے۔

ریاست کی سالمیت کا اصول تقریباً تیس سال پہلے بین الاقوامی قانون میں متعارف کرایا گیا تھا۔ اس کا مقصد ان ریاستوں کو امداد کی فراہمی کا جواز پیش کرنا ہے جو استعمار سے نجات کی کوششوں کو اپنے اہم مفادات کے لئے خطرہ سمجھتی ہیں۔ اور اس کے بعد سے یہ اصول ان مسلم اقوام کے خلاف استعمال کیا جارہا ہے جو خود کو استعماری حکومت سے آزاد کرنا چاہتی ہیں۔

ہفتم: اقوامِ متحدہ کے رکن ممالک بتدریج اپنی آزادی کھو دیتے ہیں، محکوم ہو جاتے ہیں اور جنگوں میں تنظیم کو کنٹرول کرنے والے پانچ بڑے مجرموں کے مفادات کو محفوظ بنانے کے لئے بطور آلہ استعمال کیے جاتے ہیں:

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 2 کے پیراگراف 5 میں کہا گیا ہے:

'تمام اراکین اقوامِ متحدہ کو، موجودہ چارٹر کے مطابق ہونے والی کسی بھی کارروائی میں، ہر طرح کی مدد دیں گے اور کسی بھی ریاست کو امداد دینے سے گریز کریں گے جس کے خلاف اقوامِ متحدہ روک تھام یا نفاذ کی کارروائی کر رہی ہے۔

'43ویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'اقوامِ متحدہ کے تمام اراکین بین الاقوامی امن اور سلامتی کی بحالی میں حصہ ڈالنے کے لئے سلامتی کونسل کو... مسلح افواج، امداد اور سہولیات بشمول بین الاقوامی امن و سلامتی کو برقرار رکھنے کے مقصد سے راہداری کے حقوق فراہم کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

چارٹر کے 45ویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'اراکین مشترکہ بین الاقوامی نفاذ کی کارروائیوں کے لئے قومی فضائیہ کے فوری طور پر دستیاب دستے رکھیں گے۔ان دستوں کی قوت اور تیاری اور ان کے اقدامات کے منصوبوں کا تعین سلامتی کونسل کرے گی...'

آسان الفاظ میں، مسلمان اپنے ان مسلمان بھائیوں کے خلاف اقوامِ متحدہ کی حمایت کرنے کے پابند ہیں جن کے خلاف اقوامِ متحدہ جنگ لڑتی ہے۔البتہ مسلمان اپنے ان دوسرے مسلمان بھائیوں کی حمایت کا حق نہیں رکھتے جن پر اقوامِ متحدہ یا اس کے رکن ممالک کی طرف سے جارحیت کی جاتی ہے، جیسے فلسطین، چیچنیا، عراق، افغانستان، بوسنیا اور صومالیہ۔

پس مسلمان ان طاقتوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے شروع کی گئی جنگوں میں بڑی مجرم طاقتوں کے غلام اور توپوں کے چارے بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں شمار ہو گا۔بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا﴾(المائدۃ:51)

﴿اے اہلِ ایمان! مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا صریح الزام لو﴾ (النساء:144)

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (1948ء) کا جائزہ:

اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے اس مختصر جائزہ کے بعد ہم 1948ء میں جاری کردہ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ کا جائزہ لیں گے۔اپنی کتاب فرسان تحت راية النبي صلى الله عليه وسلم کے دوسرے ایڈیشن میں، میں نے اِس اعلامیہ کو وضع کرنے میں دھوکہ دہی پر تبادلہ خیال کیا تھا، اِس اعلامیہ کو تیار کرنے کا مقصد یہ تھا کہ بڑی مجرم طاقتوں کے مفادات کی تکمیل کی جاسکے، باقی انسانیت پر اپنے اعتقادی نظام کو مسلط کیا جاسکے اور مسلم عوام کو اپنے آبائی علاقوں میں واپس جانے، اپنے حقوق کی بازیابی کرنے اور ان کو شریعت نافذ کرنے سے روکا جاسکے۔ تاہم، میں یہاں صرف چند واضح مثالیں بیان کروں گا کہ یہ اعلامیہ شریعتِ اسلامیہ کے بنیادی اصولوں سے کس طرح متصادم ہے۔ مزید تفصیل میں جانے سے پہلے میں دو اہم امور کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

اول: اقوامِ متحدہ دوسری جنگِ عظیم کے فاتحین کی اجتماعی مرضی کی نمائندگی کرتی ہے۔ لہٰذا ان کی طرف سے جاری کردہ انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ ان ریاستوں کے وِژن اور مفادات اور ان کے بے دین اعتقادی نظام کو باقی انسانیت – خصوصاً مسلمانوں – پر مسلط کرنے کی خواہش کی نمائندگی کرتا ہے۔

دوم: دوسری جنگِ عظیم کے اہم ترین نتائج میں سے ایک، اسرائیلی ریاست کا قیام تھا جسے 14 مئی 1948ء کو فاتح طاقتوں نے کھڑا کیا اور تسلیم کیا؛ یعنی اس ڈیکلریشن کے اعلان سے آٹھ ماہ پہلے۔ مزید بر آں، 1947ء میں فلسطین کو تقسیم کرنے کی قرارداد کی منظوری دے کر، انہوں نے پہلے ہی صہیونی ریاست کے جواز کو تسلیم کر لیا تھا۔

مذکورہ اعلامیہ اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کمیشن کی جانب سے جاری کیا گیا تھا جس کی سربراہی امریکی مندوب اور سابق امریکی صدر 'فرینکلن روزولٹ' کی بیوہ 'الیانور روزولٹ' نے کی تھی۔ روزولٹ اسرائیل کے قیام میں حمایت کے ساتھ ساتھ یہودی کمیونٹی کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کے لئے جانا جاتا تھا۔ اس نے فروری 1945ء میں منعقدہ 'یالٹا کانفرنس' میں سٹالن اور چرچل کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس میں روسیوں کو مشرقی یورپ میں اثر ورسوخ زون قائم کرنے کی اجازت دینے کے بدلے فلسطین میں یہود کے لئے ایک قومی وطن کے قیام اور یہودی ہجرت میں حائل تمام رکاوٹوں کو فوری طور پر دور کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا تھا۔

جہاں تک اعلامیہ کے مرکزی مصنف کا تعلق ہے، وہ ایک فرانسیسی سیاستدان اور اعلان کے وقت اقوامِ متحدہ میں فرانسیسی نمائندہ تھے۔ اعلان کے وقت الجزائر فرانسیسی قبضے میں تھا اور فرانس جبری طاقت، پھانسیوں، قید، تشدد اور ہر قسم کے جبر کے استعمال سے الجزائر کے عرب مسلم عوام کی زبان اور شناخت پر شدت سے مسلط تھا۔ مصنف ایک صہیونی یہودی تھا، جو اس مہم کا سرگرم رکن تھا جسے وہ لوگ 'یہودیوں کے حقوق' کہتے ہیں اور 'فرانس میں یہودی اتحاد' کا سربراہ تھا، جو شمالی افریقہ میں فرانسیسی استعمار کے آلات میں سے ایک تھا۔ 1947ء میں اقوامِ متحدہ کی فلسطینی کمیٹی نے وسیع پیمانے پر یہودی امیگریشن اور یہودی وطن کے قیام کے لئے فلسطینی اراضی کے استحصال کی اجازت کا مطالبہ کیا۔ اس شخص کی قیادت میں (فرانسیسی یہودی) اتحاد نے فلسطین میں زمین خرید کر، عربوں کی ایک چھوٹی اراضی کو یہودی جائیدادوں میں تبدیل کر کے اور مشرقی یورپ سے آنے والے یہودی تارکین وطن کو نئی قائم شدہ زرعی کالونیوں میں آباد کر کے صیہونی تحریک کے سیاسی مقاصد کو محفوظ بنانے میں مدد کی۔

یہ اس اعلامیہ کے نظریاتی اور سیاسی پس منظر کا مختصر جائزہ تھا۔ (آیئے دیکھتے ہیں) اگر ہم اس اعلامیہ کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں کیا ملے گا؟

اس اعلامیہ کے دوسرے آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'ہر انسان اس اعلامیہ میں بیان کردہ تمام حقوق اور آزادیوں کا حقدار ہے، بغیر کسی امتیاز کے، جیسے نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا دیگر رائے...'

اور یہ شریعتِ اسلامیہ کی مخالفت ہے جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا، کیونکہ کفار مسلمانوں کے برابر نہیں ہیں۔

میں آپ کی توجہ ایک بار پھر اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ دوسری جنگِ عظیم کے بے دین اور بد اخلاق فاتحین نے اِس اعتقادی نظام کو لوگوں پر مسلط کرنے کی کوشش کی۔

اور یہ اعتقادی نظام مسلمانوں کے عقیدے سے متصادم ہے جو اللہ کے اس قول پر یقین رکھتے ہیں کہ: ﴿ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں﴾ اور جن کے معاشرے -بدترین حالات میں بھی- توحید، شریعت کی تعظیم، معاشرتی برائیوں جیسے شراب، جوئے، زنا اور دیگر فواحش کی حرمت پر اپنے عقیدے سے ممتاز ہیں۔ اور یہ بے دین لوگ اس حقیقت سے پوری طرح واقف ہیں کہ مسلمانوں کی طاقت کا راز ان کے عقیدے اور ان کے شریعت میں ہے۔ اور مسلمانوں کو ان کی طاقت سے دور کرنے کے لئے آزادی اور انسانی وقار کے لبادے میں بے حیائی و بداخلاقی کا بازار لگانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

وہ اس منطق کا استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کو پھنساتے ہیں: اگر آپ باقی دنیا کے ساتھ عداوت اور مخالفت کی حالت میں نہیں رہنا چاہتے ہیں، اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ دنیا آپ کو تسلیم کرے اور قبول کرے تاکہ آپ دوسروں کے ساتھ برابری کی سطح پر ہوں تو آپ کو اقوامِ متحدہ میں شامل ہونا ہوگا۔ اور اقوامِ متحدہ میں شامل ہونے کے لئے آپ کو اس کے منشور پر دستخط کرنے ہوں گے، اس کی قراردادوں کو قبول کرنا ہوگا اور اس طرح کفر سے لے کر بداخلاقی تک ہر چیز میں اپنی رضامندی دینا ہوگی۔ اور ایک بار یہ کام ہونے کے بعد وہ مسلمانوں پر دباؤ ڈالتے ہیں کہ وہ اس طرح کے پروگراموں کو نافذ کریں اور ان کے نتیجے میں ہونے والی برائی کے تابع ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿(وہ) چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ﴾ (النساء:89) (ترجمہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ)

اس اعلامیہ کے تیسرے آرٹیکل میں کہا گیا ہے: 'ہر فرد کو زندگی، آزادی اور شخصی سلامتی کا حق حاصل ہے'۔

اس آزادی میں بے حیائی و بداخلاقی اور مرتد ہونے کی آزادی بھی یکساں طور پر شامل ہے۔

16ویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'نسل، قومیت، یا مذہب کی پابندی کے بغیر، پوری عمر کے مردوں اور عورتوں کو شادی کرنے اور خاندان بنانے کا حق ہے۔ وہ شادی کے لیے، شادی کے بعد اور اس کے تحلیل ہونے پر مساوی حقوق کے حقدار ہیں'۔

شریعتِ اسلامیہ اس اصول کو اس بنیاد پر مسترد کرتی ہے کہ یہ کسی غیر مسلم مرد کو مسلمان عورت سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے اور یہ کہ یہ اصول مرد اور عورت کے مابین فرق نہیں کرتا۔

پانچویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'کسی بھی شخص کو تشدد، یا ظالمانہ، غیر انسانی، ہتک آمیز سلوک یا سزا کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا'۔

سخت سزائیں حدودِ شرعیہ میں داخل ہیں جیسے قصاص، چور کا ہاتھ کاٹنا، کوڑوں کی سزا اور رجم۔

اٹھارویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

"ہر شخص کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں اس کے مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے کا حق بھی شامل ہے"۔

انیسویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'ہر ایک کو رائے اور اظہار کی آزادی کا حق حاصل ہے؛ اس حق میں، کسی مداخلت کے بغیر، رائے قائم کرنے اور کسی بھی میڈیا اور سرحدوں سے قطع نظر معلومات حاصل کرنے، وصول کرنے اور فراہم کرنے کی آزادی شامل ہے'۔

اس میں مرتد ہونے، لوگوں کو بے حیائی و بداخلاقی کی دعوت دینے اور شریعت کو مسترد کرنے اور ان خیالات کی تشہیر کی آزادی شامل ہے۔

21ویں آرٹیکل میں کہا گیا ہے:

'عوام کی مرضی حکومت کے اختیار کی بنیاد ہوگی'۔

یعنی، اختیار لوگوں کی مرضی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ سے۔ لہٰذا اگر عوام شریعت کے تحت حکومت کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو ان کے ذریعہ منتخب ہونے والوں کو شریعت کے تحت حکمرانی کرنا ہوگی۔ تاہم، اگر وہ شریعت کے علاوہ دیگر قوانین کے تحت حکومت کرنے کا انتخاب کرتے ہیں، تو حکومت کو شریعت کے علاوہ دیگر قوانین کے ذریعہ حکمرانی کرنا ہوگی۔

یونیسکو کی سرگرمیاں:

یونیسکو اقوامِ متحدہ کی ایجنسیوں میں سے ایک ہے جو تعلیم، سائنس اور ثقافت کے شعبوں کی نگرانی کرتی ہے۔ اسے باضابطہ طور پر نومبر 1946ء میں اقوامِ متحدہ کی ایجنسی قرار دیا گیا تھا۔

یونیسکو کی سرگرمیوں کا ایک وسیع سلسلہ ہے۔ اس کی ایک اشاعت جس کا عنوان ہے 'انسانی نسل اس کی ثقافتی اور سائنسی ترقی کا انسائیکلوپیڈیا' میں اسلام کے بارے میں درج ذیل باتیں پائی جاتی ہیں۔ (نعوذ باللہ)

i. اسلام یہودیت، عیسائیت اور عرب بت پرستوں کی رسومات سے اخذ شدہ ایک مرکب ہے۔

ii. قرآن ایک غیر فصیح کتاب ہے۔

iii. احادیثِ نبوی (ﷺ) لوگوں نے نبی (ﷺ) کے انتقال کے بعد ایجاد کی تھیں اور بعد میں آپ (ﷺ) سے منسوب کر دی گئیں۔

iv. مسلم فقہاء نے رومی اور فارسی قوانین، تورات اور کلیسا کے قوانین سے اسلامی نظامِ قانون اخذ کیا۔

v. عورت اسلامی معاشروں میں بیکار شے ہے۔

vi. اسلام نے اقلیتوں پر جزیہ اور خراج ٹیکس عائد کر کے انہیں زیر کیا۔

اس تنظیم کی مالی معاونت اقوامِ متحدہ کے رکن ممالک کرتے ہیں۔ اس طرح اگر کوئی ریاست اقوامِ متحدہ میں شامل ہو جاتی ہے تو وہ مسلمانوں کی دولت سے ادائیگی کرے گی تاکہ اقوامِ متحدہ ملحدوں اور اسلام کے دشمنوں کی مالی معاونت کر سکے۔

جب امارتِ اسلامیہ نے ملا عمر (رحمہ اللہ) کے دور میں بدھا کے مجسموں کو مسمار کرنے کا فیصلہ کیا تو یونیسکو نے امارتِ اسلامیہ کے خلاف ایک ناپاک شیطانی مہم کی قیادت کی۔

اس وقت یونیسکو کے جاپانی بدھسٹ ڈائریکٹر، شِیرو موتورا، نے مجسموں کی تباہی روکنے کے لئے مختلف ریاستوں سے مداخلت کا مطالبہ کیا تھا۔ اس کا وفد دس دن سے زیادہ افغانستان میں رہا تاکہ طالبان حکومت کو بدھا کے مجسموں کو تباہ کرنے

سے روکا جاسکے۔ یونیسکو نے طالبان پر دباؤ ڈالنے کے لیے اور ان مجسموں کو تباہی سے بچانے کی کوشش میں ان کی 'حالت زار' کو اجاگر کرنے کے لئے مختلف ممالک کے 45 وزرائے ثقافت کو اکٹھا کیا۔

اقوامِ متحدہ اور مسلمانوں کے ساتھ اس کی عملی دشمنی:

اقوامِ متحدہ کی مذہب اور اخلاقیات سے دشمنی کے پہلوؤں میں خواتین اور آبادی کے بارے میں اس کی متعدد کانفرنسیں ہیں مثلاً 1994ء میں قاہرہ کانفرنس، 1995ء میں بیکنگ کانفرنس، 2000ء میں نیویارک کانفرنس اور اسی طرح کی دیگر کانفرنسیں۔

ان تمام کانفرنسوں میں اقوامِ متحدہ نے بے حیائی و بداخلاقی کے پھیلاؤ کو فروغ دیا، جیسا کہ بدکاری اور ہم جنس پرستی، دیر سے شادی، طوائفوں کا احترام، شادی سے پہلے نوجوانوں کو بے حیائی و بداخلاقی میں ملوث ہونے کی ترغیب اور مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق وغیرہ۔

فلسطین:

اقوامِ متحدہ نے 1947ء میں فلسطین کو تقسیم کرنے والی قرارداد منظور کرکے امتِ مسلمہ کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کیا۔ بعد میں، اسرائیل کو 1967ء میں منظور کی گئی قرارداد 242 کے ذریعے فلسطینی سرزمین سے بہت بڑا حصہ دیا گیا۔

بوسنیا میں اقوامِ متحدہ کے جرائم، مسلمانوں کو اسلحہ برآمد کرنے پر پابندی اور سربوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتلِ عام میں اس کی عدم مداخلت سے بے نقاب ہوئے۔ اقوامِ متحدہ خاموشی سے صورتحال کا مشاہدہ کرتی رہی جیسا کہ سربرانیکا کے قتل عام کا معاملہ تھا جس میں صرف ایک ہی واقعے میں 7000 مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا۔ چیچنیا کے معاملے میں اقوامِ متحدہ نے اسے مجرم صلیبی روسی ریاست کا حصہ قرار دیا۔ یہ اقوامِ متحدہ ہی تھی جس نے عراق پر پابندیاں عائد کیں، جس کی وجہ سے پانچ لاکھ عراقی بچے موت کا شکار ہوئے گئے۔ یہ اقوامِ متحدہ ہی ہے جو آج تک کشمیریوں کی خود ارادیت کو نظر انداز کرتی ہے اور اس کی تردید کرتی ہے، جسے ساٹھ سال قبل ان کے حق کے طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔

افغانستان کے معاملے میں، اقوامِ متحدہ نے بون کانفرنس میں امریکہ کے آلہ کاروں کو اکٹھا کیا اور دھاندلی زدہ انتخابات کی نگرانی کی۔ جنگ سے پہلے اور اس کے دوران اقوامِ متحدہ نے افغانستان پر پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ یہ افغانستان میں قتل عام کے باوجود خاموش تماشائی بنی رہی۔ مثلاً قلعہ جنگی کے قتل عام، شبرغان منتقلی کے دوران قیدیوں کا دم گھٹنے اور بگرام، قندھار، شبرغان اور گوانتاناموکی جیلوں میں ہزاروں افراد پر تشدد کے دوران۔

صومالیہ پر اقوامِ متحدہ کے جھنڈے تلے حملہ کیا گیا۔ جبکہ اِیتھوپیا، برگنڈی، یوگینڈا اور کینیا کی فوجوں نے صومالیہ پر قبضے میں حصہ لیا۔ اقوامِ متحدہ نے جنوبی سوڈان کی علیحدگی اور اس کو ایک آزاد ریاست کے طور پر تسلیم کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔ اقوامِ متحدہ اب لبنان کی سرحدوں کے ساتھ اپنی افواج تعینات کر رہی ہے تا کہ فلسطین سے باہر کے مجاہدین کا فلسطین کے اندر موجود مجاہدین سے رابطہ ختم کر دیا جائے، اور اس طرح فلسطین کا محاصرہ مکمل کر لیا جائے۔ یہ اقوام متحدہ ہی تھی جس نے مشرقی تیمور کی انڈونیشیا سے علیحدگی کو تسلیم کیا، جبکہ وہ چیچنیا، پورے مسلم قفقاز، کشمیر، سبتہ، ملیلا اور بوسنیا کے لئے علیحدگی کو مسترد کرتا ہے۔

خاتمہ:

حاصلِ کلام یہ کہ اقوامِ متحدہ ایک بین الاقوامی تعاون کی تنظیم نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک ایسی تنظیم ہے جسے دوسری جنگِ عظیم کے بے دین فاتحین نے باقی دنیا پر اپنی بالادستی اور اپنا اعتقادی نظام مسلط کرنے کے لئے تشکیل دیا تھا۔ مختصر یہ کہ یہ ایک ایسی تنظیم ہے جو اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلے اور حکمرانی نہیں کرتی، لوگوں کو بے حیائی، بداخلاقی اور ارتداد کی دعوت دیتی ہے، اسلام اور پیغمبرِ اسلام (ﷺ) کی توہین کرتی ہے اور مسلمانوں کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرتی ہے۔

تو ایک مسلمان جو اپنی شریعت کی تعظیم کرتا ہے... بے حیائی، بداخلاقی اور ارتداد سے منع کرنے کی کوشش کرتا ہے... اپنے دین کے بارے میں غیرت مند ہے اور اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرتا ہے... وہ ایسی تنظیم کا حصہ بننے کو کیسے قبول کر سکتا ہے؟ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ اے اللہ! تو گواہ رہنا

وآخرُ دعوانا أن الحمدُ للهِ ربِ العالمين،وصلى اللهُ على سيدِنا محمدٍ وآلِه وصحبِه وسلم.والسلامُ عليكم ورحمةُ اللهِ وبركاتُه۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے...؟

مولانا عاصم عمر شہید رحمہ اللہ

(ہندوستان کے مسلمانوں کے نام)

کیا اب سر زمینِ دہلی کی کوکھ سے کوئی شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پیدا نہیں ہوتا جو مسلمانانِ ہند کو خلافت کا بھولا ہوا سبق یاد دلا کر جہاد پر کھڑا کر سکے؟ کیا دہلی سے اٹھ کر بالاکوٹ میں خاک و خون میں لت پت ہو جانے والی جماعت کا اب کوئی وارث نہیں بچا جو کفریہ نظام کے مقابلے اٹھ کر جانوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہو؟ کیا یوپی میں اب کوئی ایک ماں بھی ایسی نہیں جو اپنے بچوں کو وہ لوریاں دے سکے جسے سن کر نوجوان بازاروں، تفریح گاہوں اور کھیل کے میدانوں کا رخ کرنے کی بجائے شاملی کے میدان تیار کر سکے؟......(شاملی میں علمائے حق نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا تھا) کیا سر زمینِ بہار اس قدر بنجر ہو چکی کہ مجاہدینِ عظیم آباد جیسی ایک جماعت بھی تیار کرنے کے قابل نہ رہی؟ اور ارضِ بنگال کو کس کافر کی نظر لگی کہ عرصہ ہوا اب کسی سراج الدولہ کو دیکھے تاریخ کی آنکھیں ترس گئیں؟ اور یہ جنوبی ہند کے مسلمانوں نے شیر میسور کے اُن الفاظ کو بھلا ہی دیا جن کو سن کر آج بھی کافر کانپ اٹھتے ہیں......! سر زمینِ گجرات، جہاں سب سے پہلے مسلمانوں کے قدم پڑے، جہاں کفر و شرک کے نعروں کے مقابلے تکبیر کی صدائیں سب سے پہلے گونجیں، ان کو کیا ہوا کہ تکبیر تو اب بھی ہو رہی ہے لیکن سومنات پر لرزہ طاری کیوں نہیں ہوتا......؟؟؟

یہ وہ سوالات ہیں جو تاریخ کا ایک طالبِ علم ہندوستان کے مسلمانوں سے پوچھنے کا حق رکھتا ہے۔ آج جبکہ دنیا بھر میں جہاد کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور ہر خطے کے مسلمان افغانستان میں جہاد میں شرکت کے بعد اپنے اپنے خطوں میں اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے جہاد کا آغاز کر چکے ہیں، ایسے وقت میں عالمی جہادی قیادت ہندوستان کے علماء اور عام مسلمانوں سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہے کہ مسلمانانِ ہند، جنھوں نے ہر دور میں اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف جہاد کا جھنڈا بلند کیا، علمائے ہند نے دشمنانِ اسلام کے خلاف سخت ترین حالات میں بھی، اذیتوں کے باوجود جہاد کو نہیں چھوڑا، لیکن آج کیا ہوا کہ جہاد کے میدان مسلمانانِ ہند سے خالی نظر آتے ہیں۔ حالانکہ ہندوستان میں جہاد کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے خصوصی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ فرمایا:

”عصابتان من أمتي أحرزهما الله من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسى ابن مريم عليهما السلام“۔

”میری امت کی دو جماعتوں پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو حرام فرمادیا ہے، ایک وہ جماعت جو ہندوستان سے جہاد کرے گی اور دوسری وہ جماعت جو عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہو گی“۔[4]

دوسری حدیث میں ہے:

”وعدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم غزوة الهند فإن أدركتها أنفق فيها نفسي ومالي فإن أقتل كنت من أفضل الشهداء وإن أرجع فأنا أبوهريرة المحرر“۔

”(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) ہم سے رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا، تو اگر میں (یعنی ابو ہریرہ) نے اس جہاد کو پالیا تو میں اس میں اپنا مال و جان خرچ کروں گا، اگر شہید ہو گیا تو افضل الشہداء ہوں گا اور واپس لوٹ آیا تو جہنم سے آزاد ابو ہریرہ ہوں گا“۔[5]

تنبیہ:

جہادِ ہند کی یہ فضیلت صرف انہی کو ملے گی جو اللہ کے دین کو بلند کرنے کے لیے ہندوستان سے جہاد کریں گے، اور اگر کوئی محض قومی یا وطنی محبت و حمیت کی وجہ سے جنگ کرے گا، وہ اس فضیلت کو نہیں پا سکتا۔

سوائے مسلمانانِ ہند! رحمۃ للعالمین ﷺ جس جہاد کی اتنی خاص فضیلت بیان فرمائیں، اس کو کرنا کس قدر سعادت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ آپ اس فضیلت کو حاصل کریں اور جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ، ”اس جہاد میں جو شہید ہو گا وہ افضل شہیدوں میں شمار ہو گا، اور جو غازی بن کر لوٹا وہ جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا“۔

آپ کو دہلی کی جامع مسجد کی عظمت آپ کا ماضی یاد دلاتی ہے کہ اس سرزمین پر ہندوؤں کے مندروں کی گھنٹیاں اور ناقوس (شنکھ) کا غلبہ نہیں بلکہ تکبیر کی آواز ہی ہر طرف گونجنی چاہیے...... جامع مسجد کے سامنے کھڑا لال قلعہ ہندوؤں کے ہاتھوں تمہارے مغلوب ہونے اور فسادات میں گاجر مولیوں کی طرح کاٹ دیے جانے پر خون کے آنسو روتا ہے، کہ جس قلعے میں بال ٹھاکرے کے آباء و اجداد تمہارے اسلاف سے زندگی کی بھیک مانگنے آیا کرتے تھے، آج وہی لال قلعہ تمہارے نوجوانوں کے لیے ٹارچر سیل میں تبدیل کر دیا گیا ہے...... تمہاری فتح کی علامت قطب مینار، کیا تمہیں یہ بات سمجھانے کے لیے کافی نہیں کہ جس زمین پر ایک بار مسلمانوں کے قدم پڑ جائیں اس پر ہمیشہ مسجد ہی کی حکمرانی ہونی چاہیے، مسجد اور مسجد والے ہی وہاں غالب و حاکم رہنے

---

[4] سنن النسائي؛ الجزء ١٠، كتاب الجهاد، باب تمني القتل في سبيل الله تعالى: غزوة الهند

[5] أيضاً

چاہئیں...... کیونکہ وہ اللہ کے ماننے والے ہیں جبکہ دوسرے سب اللہ کے باغی ہیں، لہٰذا اللہ کے باغی اللہ کے ماننے والوں پر حاکم نہیں بن سکتے...... اللہ کے دشمن اللہ کے دوستوں سے زیادہ عزت والے نہیں ہو سکتے۔ تمہیں خون خرابے اور مٹ جانے سے کیونکر ڈرایا جاسکتا ہے؟ تم تو وہ ہو جنھوں نے ایک بار نہیں کئی بار پانی پت کا میدان سجایا ہے...... اللہ نے تمہیں عقل دی ہے خود ہی فیصلہ کرو کہ پانی پت میں ہونے والا خون خرابہ اچھا تھا یا احمد آباد و سورت میں برپا ہونے والا فساد......؟ ہندوؤں کے آگے سر جھکا دینے والے زیادہ سمجھ دار ہیں یا وہ جو شاملی کے میدان میں جاکر فرعونِ وقت کے سامنے جا کھڑے ہوئے......؟ کرسی و عہدے لے کر مسلمانوں کو غلام بنانے والے تمہارے آئیڈیل ہیں یا وہ جو تمہاری آزادی و عزت کی خاطر سولیوں پر چڑھ گئے...... کالے پانی میں ساری زندگی گزار گئے...... دہکتی سلاخوں میں پرو دیے گئے...... جنھوں نے اپنے مدرسوں کو داؤ پر لگایا...... اپنے عہدوں کو قربان کیا...... اپنی جائیدادیں ضبط کرائیں...... لیکن کافروں کی غلامی کو قبول نہیں کیا؟؟؟

کمزوری تو تمہارا عذر نہیں بنی چاہیے کہ ابھی تم میسور کے شیر کو تو نہیں بھولے...... صرف سانسیں باقی رکھنے کا نام تو زندگی نہیں...... زندگی تو عزت و غیرت کا نام ہے، اگر یہ دونوں چیزیں باقی ہوں اور سانسیں ختم ہو جائیں تو قومیں مرا نہیں کرتیں بلکہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جاتی ہیں...... لیکن اگر یہ دونوں چیزیں ہی مر جائیں تو قومیں جیتے جی مردار ہو جایا کرتی ہیں...... اگرچہ ہزار سال بھی ان کی سانسیں چلتی رہیں۔ یہی تو وہ راز تھا جو تمہارے بزرگ شیر میسور رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں سمجھانا چاہا تھا۔ اگر بھارتی پولیس کی سنگینوں کے سائے میں صرف چند بدنی عبادات ادا کر لینے کا نام ہی دین کی آزادی ہے تو دہلی و لکھنؤ کے ان اللہ والوں کو بھی یہ آزادی حاصل تھی جو اپنے گھر بار چھوڑ کر بالاکوٹ میں کافروں سے لڑتے ہوئے شہادت کا جام پی گئے...... اور گھر بار سے دور دفن ہیں......!

اے نوجوانو! کیا تم بابری مسجد کی شہادت کا دن بھول سکتے ہو؟ اس کے بعد ہونے والے فسادات...... ہر بستی میں تمہارے نوجوانوں کی لاشیں...... ہندوؤں کی فتح کا دن...... ذرا یاد کرو! ہندو کتنے خوش تھے...... یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے تم سے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا ہو...... نہیں ہرگز نہیں...... وہ دن تم چاہتے ہوئے بھی نہیں بھول سکتے...... خود کو دھوکہ نہ دو...... اس جذبے کو یاد کرو جب تم بھارتی پولیس کی گولیوں کے سامنے سینہ کھول کر آگے بڑھتے چلے جاتے تھے...... وہ جوش...... وہ جذبہ...... وہ غضب...... وہ طوفان جو تمہارے سینوں میں اٹھا تھا...... اس کو پھر سے زندہ کرنے کی ضرورت ہے...... اس کو جہاد کی صرف ایک چنگاری دکھانے کی ضرورت ہے...... جی ہاں! آج دنیا بھر کا مسلمان اس کافرانہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ افغانستان کو دیکھو...... طالبان نے صرف اللہ کی مدد کے سہارے دنیا کے خدا بننے والے امریکہ اور اس کی ٹیکنالوجی کا بھوسہ نکال کر رکھ دیا ہے...... دنیا بھر سے مسلمانوں نے اس پاک سرزمین پر جہاد کو سیکھا اور اپنے اپنے ملکوں میں اللہ کے نظام کو سربلند کرنے کے لیے جہاد کا میدان گرم کر دیا۔ اب جہاد کے میدان مسلمانانِ ہند کے منتظر ہیں...... نوجوانانِ ہند کے منتظر...... اورنگزیبؒ اور ٹیپو سلطانؒ کی اولاد کے منتظر......۔ ان بزدلوں کی بات پہ کان نہ

دھر وجو تمہیں ہندوستان کی قوت سے ڈراتے ہیں۔ اگر جہاد کی قوت امریکہ کی ناک خاک میں ملاسکتی ہے تو ہندو جیسے بزدل تمہارے مقابلے میں کتنے دن ٹھہر سکتے ہیں؟ پھر یہ بازو تو تمہارے ہزار بار آزمائے ہوئے ہیں! یہ صرف نہتے کمزور بچوں عورتوں اور بوڑھے مسلمانوں کو ہی مار سکتے ہیں...... طالبان و مجاہدینِ اسلام کا مقابلہ کرنا ہندو کی ماں نے ان کو نہیں سکھایا...... ہندو ایک مکار دشمن ہے، جس نے تمہیں مکارانہ نعروں سے غلام بنایا ہوا ہے۔ یہ میدان میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اٹھو! اٹھو! اللہ کے لیے اٹھو اور ہندو کی غلامی سے نکلنے کے لیے عزت والے راستے پر چل نکلو...... دہلی ہندو کی نہیں تمہاری ہے...... اس پر برہمن کا ترنگا نہیں محمد ﷺ کا جھنڈا لہرایا جائے گا۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ کی پیشین گوئی کے پورے ہونے کا وقت قریب ہے، کہ تم ہندوستان کے خلاف جہاد کروگے اور ہندو سرداروں کو زنجیروں میں جکڑ کر لاؤ گے۔ تمہارے بزرگ نعمت اللہ شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی، کہ صوبہ سرحد و قبائل کے غیور مسلمان بہادر شیروں کی طرح اٹھیں گے اور دہلی، دکن، پنجاب اور سارے بھارت کو فتح کریں گے......جی ہاں سرحد و قبائل میں لشکر ان شاء اللہ تیار ہو رہے ہیں جو پورے برِ صغیر پر محمد ﷺ کی شریعت نافذ کریں گے۔

اے ہندوستان کے نوجوانو! جو بات میرے اور تمہارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمادی وہ سچ ہو کر رہے گی۔ تمام ہندو قوتیں اور بھارت کی یہ ٹیکنالوجی میرے سچے نبی ﷺ کی بات کو غلط ثابت نہیں کر سکتیں۔ ہندوستان پر دوبارہ محمدِ عربی ﷺ کا جھنڈا لہرایا جائے گا، مجاہدین اس کو فتح کریں گے، یہاں دوبارہ تمہاری حکومت ہو گی...... لہٰذا اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے، خود کو اس جہاد میں شریک کرنے کے لیے، جہاد کے لیے نکل کھڑے ہو۔ جہاد کی تیاری کرو۔ جہاد کے فرضِ عین ہونے کی صورت میں جہاد کی تربیت اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کی ہے۔ ہندوستان میں تو جہاد آج نہیں بلکہ اسی دن فرضِ عین ہو گیا تھا جب ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تھا۔ پھر ہندوؤں کے ہاتھوں مسلمانوں کا بہایا جانے والا لہو اس فرضیت کو اور پکا کرتا رہا۔ پھر بھی اگر کسی کو شک تھا تو بابری مسجد کی شہادت نے تو ساری حجتیں ہی تمام کر دیں......

ہمارا قتلِ عام ہو یا ہمیں زندہ جلا دیا جانا...... ہماری املاک لوٹنے کا معاملہ ہو یا ہماری بہنوں بیٹیوں کی عزتوں کا پامال کرنا...... یہ صرف چند انتہا پسند ہندوؤں کا کام نہیں بلکہ اس میں بھارتی ریاست یعنی انٹیلی جنس ایجنسیاں، بیوروکریسی، پولیس و فوج سب ملوث ہوتی ہیں۔ ہمارے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے کبھی کانگریس ہماری ہمدرد بن کر میدان میں آتی ہے تو کبھی کسی اور پارٹی کو سامنے لایا جاتا ہے۔ یاد رکھیے: الکفر ملۃ واحدۃ، یعنی تمام کفر ایک ملت ہے...... لہٰذا یہ صرف دھوکہ دینے کے لیے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہیں ورنہ اندر خانے یہ سب ہمیں مٹانے یا ہماری نسلوں کو ہندو بنانے پر متفق ہیں۔

آپ سے بہتر اس بات کو کون سمجھ سکتا ہے کہ ہندو وہ ذلیل دشمن ہے جو صرف طاقت کی زبان سمجھتا ہے۔ کمزور دشمن سے دلیل یا ڈائیلاگ کرنا اس کی فطرت میں شامل نہیں۔ پٹتے ہوئے کو پیٹنا، گرتے ہوئے کو مزید گرانا، کچلے ہوئے کو اور مسلنا...... اس سب سے

اس کو خوشی وتسکین حاصل ہوتی ہے۔ کیا تم نے بھارت کے قدیم باشندوں (آج کے دلتوں) کا حال نہیں دیکھا؟ پہلے ہندوؤں نے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے، کروڑوں کو قتل کیا، باقی کو جبراً ہندو بنایا، ان کی نسلوں کو مٹانے کے لیے ان کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا، بالآخر ان کو بھنگی اور چمار قرار دے کر اچھوت بنا دیا گیا...... جب انہوں نے اپنی اس حیثیت کو لاشعوری طور پر تسلیم کر لیا، اور اب جبکہ برہمن کو یقین ہو گیا کہ بغاوت کے آثار ان میں ختم ہوئے تو اب آکر چند نوکریوں میں کوٹے یا کچھ سہولتیں ان کو میسر کر دیں...... برہمن کا یہ معاملہ اس قوم کے ساتھ ہے جس نے ان کا مذہب بھی قبول کر لیا...... تو آپ اپنے بارے میں ان کی نفرت و دشمنی کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہ ازلی دشمن ہیں...... ہماری اور ان کی تاریخی دشمنی ہے۔

نہیں میرے بھائیو! دھوکہ نہ کھائیے۔ قوت ان کے پاس ہے، پالیسی بنانے والے یہ ہیں، تعلیمی نظام پر برہمن کا قبضہ ہے...... یہ اس میدان میں آپ کو کس طرح آگے آنے دیں گے؟ کیا آپ مسلمان رہتے ہوئے حساس اداروں میں بھرتی ہو سکتے ہیں؟ کیا فوج کے اعلیٰ عہدوں پر آپ کو رکھا جا سکتا ہے؟ اس میں بھی وہ آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ بعض اہم عہدوں پر مسلمانوں جیسے نام رکھے قادیانیوں کو سامنے لے آتے ہیں تاکہ مسلمان مطمئن ہو جائیں۔ حالانکہ جن کو یہ سامنے لاتے ہیں وہ تو ان ہندوؤں سے بھی بدتر ہوتے ہیں جو مسلمانوں جیسا نام رکھ کر محمد ﷺ کے دشمن اور ہمارے پیارے رسول ﷺ کے گستاخ ہیں۔ ان کے گھروں میں مندر ہیں، یہ مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا برہمن کی غلامی سے نجات، بھارتی ظلم سے آزادی، اپنی کھوئی ہوئی عزت و وقار، اسی طریقہ پر ہو سکتی ہے جو طریقہ امام الانبیاء رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا۔ اس امت کی ذلت کا سبب جہاد چھوڑ دینا ہے اور یہ ذلت اس وقت تک طاری رہے گی جب تک کہ یہ امت دوبارہ جہاد پر واپس نہیں آجاتی۔

وہ دیکھو! عالمِ اسلام کے ہر خطے سے جہاد کی صدائیں تمہیں پیغام دے رہی ہیں کہ امتِ مسلمہ کی نئی صبح طلوع ہو چکی ہے۔ جسموں پر بارود باندھ کر کفار کی صفوں میں گھس جانے والی غیرت مند بہنیں تمہیں غیرت پر ابھارتی ہیں کہ اے ہمارے ہندوستانی بھائیو! جہاد میں اللہ نے وہ قوت رکھی ہے کہ اس کا مقابلہ کافروں کے بیالیس ملک مل کر بھی نہیں کر سکتے...... خدائی کا دعویٰ کرنے والا امریکہ اپنے جدید ترین ڈرون اور سیٹلائٹ کے ہوتے ہوئے، اپنے ہیڈ کوارٹر پنٹاگون اور کابل میں بیس کیمپ بگرام کو نہیں بچا سکتا...... صرف چند فدائی نوجوان اللہ کی مدد سے ان کو تباہ کر سکتے ہیں۔

یمن و شام کو دیکھو...... سرزمینِ دجلہ و فرات (عراق) سے اٹھنے والے ترانے سنو...... افغانستان کے کہساروں سے تکبیر کی صدائیں لگاتے تمہارے مجاہد بھائی، جسموں پر اسلحہ سجائے، جان ہتھیلی پر رکھے، جنت کے بدلے اپنی جانوں کو فروخت کر دینے والے...... کم عمر بچے بھی ہیں کڑیل جوان بھی، تمہاری مائیں بہنیں بھی ہیں اور سفید ریش اس امت کے بزرگ بھی...... سب تمہارے

انتظار میں ہیں۔ یہ سب مسلمانانِ ہند کے ساتھ ہیں۔ محمد ﷺ کے رب کی قسم! ایک بار تم جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہو، پھر دیکھنا فلپائن سے لے کر مراکش تک کے مجاہدین تمہارے ساتھ ہوں گے۔ مکہ و مدینہ کے شہزادے، شام و فلسطین، مصر و لیبیا، الجزائر و مراکش یہ سب اکٹھے ہو کر اس جانب سے آرہے ہوں گے جہاں سے ہر دور میں ہندوستان پر اسلام کا جھنڈا گاڑا گیا ہے۔ سرزمینِ خراسان، افغانستان صرف تمہاری دعوت کی منتظر ہے۔ پھر دیکھنا کہ جہاں تمہارے آنسو گریں گے وہاں یہ اپنا خون گرائیں گے۔ تمہاری طرف اٹھنے والے ان ہاتھوں کو کاٹ کر رکھ دیں گے جنھوں نے تمہارے بچوں اور عورتوں کو زندہ جلادیا۔ بدر و حنین کے رب کی قسم! یہ غلیظ ہندوؤں کی بستیوں کو پانی پت بنادیں گے۔ آپ ایک بار اپنے ان بھائیوں کو بلا کر تو دیکھو......انہوں نے تو اپنی جانوں کو بیچا ہی اسی لیے ہے کہ محمد ﷺ کی امت عزت پا جائے...... کفار کی غلامی سے نجات پا کر اللہ کی غلام بن جائے...... کفار کے نظام سے بغاوت کر کے محمد ﷺ کے لائے سچے نظام کے مطابق زندگی گزارنے والی بن جائے......

قبل اس کے کہ بہت دیر ہو جائے...... قبل اس کے کہ پھر کسی بہن کا دوپٹہ اتارا جائے......یا پھر مسلمانوں کو اکٹھا کر کے ان پر تیل چھڑک کر زندہ جلا دیا جائے...... محمد بن قاسم و غزنوی کے فرزندو! اورنگزیب و ابدالی کے جانشینو! اٹھ کھڑے ہو!...... کہ تمہاری ذلت کی داستانیں تو بہت لکھی جاچکیں، اب تم اللہ و رسول ﷺ کے دشمنوں کی ہر بستی کو پانی پت بنادو۔ یہ وقت کی پکار ہے کہ ایک اور پانی پت سجایا جائے۔ اب اٹھ بھی جاؤ! اللہ کے گھروں کو بہت گرایا جاچکا...... یہ جہاد کا دور ہے، بیداری کا دور ہے، جاگو اور بتوں سے بھرے ان مندروں کو سومنات بنادو۔ ابراہیم علیہ السلام کی پیاری سنت کو زندہ کرو، ہتھیار اٹھاؤ اور برہمن کے سامنے اعلان کر دو......

تکبیر سے کانپ اٹھا صنم خانۂ بھارت
اٹھے تھے مسلماں جب اللہ کے سہارے
اک آگ بھڑک اٹھے گی جل جائے گا بھارت
برسیں گے مری توپ سے آتش کے شرارے
توحید کے فرزند ابھی شمشیر بکف ہیں
آئیں تو مقابل ذرا ہندو کے دلارے
ہمیں ربّ شہدائے امت کی قسم ہے
بھارت کو دکھا دیں گے جہنم کے نظارے

کیا اسلام میں جارحانہ اقدام جائز ہے۔۔؟

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(آج کے دور میں ایک سوال بہت زیادہ کیا جاتا ہے کہ اسلام تو امن اور سلامتی کا دین ہے پھر کیا مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کفار پر چڑھائی کریں اور ان پر جارحانہ اقدام کریں جبکہ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت کی اجازت بھی دی ہوئی ہے۔۔۔؟کافی عرصہ پہلے بعینہٖ اسی طرح کا ایک سوال شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کی خدمت میں کسی نے بھیجا تو حضرت نے اس کا جو جواب مرحمت فرمایا اس کو نقل کیا جاتا ہے۔ادارہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔آپ نے جہاد کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس کا حاصل میں یہ سمجھا ہوں کہ "اگر کوئی غیر مسلم حکومت اپنے ملک میں تبلیغ کی اجازت دے دے تو اس کے بعد اس سے جہاد کرنا جائز نہیں رہتا" اگر یہی آپ کا مقصد ہے تو احقر کو اس سے اتفاق نہیں، تبلیغ اسلام کے راستے میں رکاوٹ صرف اسی کا نام نہیں کہ غیر مسلم حکومت تبلیغ پر قانونی پابندی عائد کردے، بلکہ کسی غیر مسلم کا مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ پر شوکت ہونا بذات خود دین حق کی تبلیغ کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔آج دنیا کے بیشتر ممالک میں تبلیغ پر کوئی قانونی پابندی عائد نہیں، لیکن چونکہ دنیا میں ان کی شوکت اور دبدبہ قائم ہے، اس لئے اسی شوکت اور دبدبے کی وجہ سے ایک ایسی عالمگیر ذہنیت پیدا کی گئی ہے جو قبول حق کے راستے میں تبلیغ پر قانونی پابندی لگانے سے بھی زیادہ بڑی رکاوٹ ہے۔

لہٰذا کفار کی اس شوکت کو توڑنا جہاد کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے، تاکہ اس شوکت کی بنا پر جو نفسیاتی مرعوبیت لوگوں میں پیدا کی جاتی ہے، وہ ٹوٹے، اور قبول حق کی راہ ہموار ہو جائے، جب تک یہ شوکت اور غلبہ باقی رہے گا، لوگوں کے دل اس سے مرعوب رہیں گے، اور دین حق کو قبول کرنے کے لئے پوری طرح آمادہ نہ ہو سکیں گے۔لہٰذا جہاد جاری رہے گا۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:۔

قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الأخر ولایحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتیٰ یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون

یہاں قتال اس وقت تک جاری رکھنے کو کہا گیا ہے جب تک کفار ''چھوٹے'' یا ''ماتحت'' ہو کر جزیہ ادا نہ کریں، اگر قتال کا مقصد صرف تبلیغ کی قانونی آزادی حاصل کرنا ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ ''جب تک وہ تبلیغ کی اجازت نہ دے دیں'' لیکن جزیہ واجب کرنا اور اس کے ساتھ ان کے صاغر (زیر دست، ذلیل) ہونے کا ذکر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کی شوکت کو توڑنا ہے، تاکہ کفر کے سیاسی غلبے سے ذہن و دل پر مرعوبیت کے جو پردے پڑ جاتے ہیں، وہ انھیں، اور اس کے بعد اسلام کے محاسن پر لوگوں کو کھلے دل سے غور کرنے کا موقع ملے۔ امام رازیؒ اسی آیت کے تحت تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ليس المقصود من أخذ الجزية تقريره على الكفر، بل المقصود منها حقن دمه،و إمهاله مدة،رجاء أنه ربما فى هذه المدة على محاسن الإسلام و قوة دلائله،فينتقل من الكفرالى الايمان فاذا أمهلالكافر مدة وهو يشاهد عز الاسلام،و يسمع دلائل صحته، ويشاهد الذل و الصغارفى الكفر فالظاهر أنه يحمله ذلک على الانتقال الى الاسلام،فهذا هو المقصود من شرع الجزيه(تفسير كبير ص ٦٢٠ ج ٤)

یعنی ''جزیہ کا مقصد کافروں کو کفر پر باقی رکھنا نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی جان بچا کر اسے ایک مدت مہلت دی جائے جس میں یہ امید ہو گی کہ وہ اسلام کے محاسن اور اس کے مضبوط دلائل سے واقف ہو کر ایمان کی طرف منتقل ہو سکے گا۔۔۔پس جب کافر کو ایک مدت تک مہلت دی جائے گی، جبکہ وہ اسلام کی عزت کا مشاہدہ کر رہا ہو گا، اس کی صحت کے دلائل سن رہا ہو گا، اور کفر کی ذلت کو دیکھ رہا ہو گا تو ظاہر ہے یہ باتیں اسے اسلام کی طرف منتقل ہونے پر آمادہ کریں گی، درحقیقت جزیہ کی مشروعیت کا مقصد یہ ہے۔''

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ عہد رسالت ﷺ اور عہد صحابہ میں کہیں کوئی ایسی مثال ملتی ہے کہ آپؐ نے یا صحابہ کرامؓ نے دوسرے ملکوں پر جہاد کرنے سے پہلے کوئی تبلیغی مشن بھیجا ہو اس بات کا انتظار کیا ہو کہ یہ لوگ تبلیغ کے کام کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ اور صرف تبلیغی مشن کو کام کرنے کی اجازت و انکار کی صورت میں جہاد کیا گیا ہو؟ کیا روم پر حملے سے پہلے کوئی جماعت بھیجی گئی؟ یا ایران پر حملے آور ہونے سے پہلے اس بات کی کوشش کی گئی کہ جہاد کے بغیر صرف تبلیغ سے کام چل جائے تو بہتر ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں، اس سے اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ صرف تبلیغ کی اجازت حاصل کر لینا مقصد ہی نہ تھا، اگر مقصد اتنا ہی ہوتا تو بہت سے خونریز معرکوں میں صرف ایک شرط عائد کر کے جنگ بند کی جا سکتی تھی، اور وہ یہ کہ مسلمانوں کی تبلیغ پر کوئی رکاوٹ عائد نہیں کی جائے گی۔۔۔۔ لیکن کم از کم احقر کے ناقص مطالعے میں پوری تاریخ اسلام میں کوئی ایک واقعہ ایسا نہیں ہے جہاں صرف اتنی شرط منوا کر جنگ بند کرنے پر آمادگی ظاہر کی گئی ہو۔ اس کے بجائے قادسیہ کے موقع پر مسلمانوں نے اپنا جو مقصد بتایا وہ یہ تھا کہ ''و اخرج العباد من عبادة العباد الى عبادة الله'' (کامل ابن اثیر ص ۴۷۸ ج ۲) ''یعنی لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لانا۔''

اسی طرح قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتیٰ لاتكون فتنة ويكون الدين كله لله

"ان سے اس وقت تک لڑو جب تک فتنہ باقی نہ رہے، اور جب تک غلبہ تمام تر اللہ ہی کا ہو جائے۔"

اس آیت کی تفسیر میں احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"دین کے معنی قہر و غلبہ کے ہیں، اس صورت میں تفسیر آیت کی یہ ہو گی کہ مسلمانوں کو کفار سے اس وقت تک قتال کرتے رہنا چاہیئے جب تک کہ مسلمان ان کے مظالم سے محفوظ نہ ہو جائیں، اور دین اسلام کا غلبہ نہ ہو جائے کہ وہ غیروں کے مظالم کی حفاظت کر سکے۔"

آگے تحریر فرماتے ہیں:۔

"خلاصہ اس تفسیر کا یہ ہے کہ مسلمانوں پر اعداء اسلام کے خلاف جہاد و قتال اس وقت تک واجب ہے جب تک کہ مسلمانوں پر ان مظالم کا فتنہ ختم نہ ہو جائے، اور اسلام کو سب ادیان پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے، اور یہ صورت صرف قرب قیامت میں ہو گی، اس لئے جہاد کا حکم قیامت تک جاری اور باقی ہے"(معارف القرآن ص ۲۴۳ ج ۴)

خلاصہ یہ ہے کہ احقر کی فہم ناقص کی حد تک جہاد کا مقصد صرف تبلیغ کی قانونی آزادی حاصل کر لینا نہیں، بلکہ کفار کی شوکت توڑنا اور مسلمانوں کی شوکت قائم کرنا ہے، تاکہ ایک طرف کسی کو مسلمانوں پر بری نگاہ ڈالنے کی جرأت نہ ہو، اور دوسری طرف کفار کی شوکت سے مرعوب انسان اس مرعوبیت سے آزاد ہو کر کھلے دل سے اسلام کے محاسن کو سمجھنے پر آمادہ ہو سکیں۔ یہ حقیقت کے اعتبار سے بلاشبہ "حفاظت اسلام" ہی کی غرض سے ہے، اس لئے بعض علماء جنہوں نے جہاد کے لیے "حفاظت" کی تعبیر اختیار کی ہے، اسی سیاق میں کی ہے، لیکن کفر کی شوکت کو توڑنا اور اور اسلام کی شوکت کو قائم کرنا اس "حفاظت" کا بنیادی عنصر ہے، لہٰذا اس بنیادی عنصر کو اس سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ میرا خیال ہے کہ تمام اکابر علماء نے جہاد کی غرض و غایت اسی کو قرار دیا ہے، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جہاد کے حکم سے خداوند قدوس کا یہ ارادہ نہیں کہ یک لخت کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اللہ کا دین دنیا میں حاکم بن کر رہے اور مسلمان عزت کے ساتھ زندگی بسر کریں، اور امن و عافیت کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکیں۔ کافروں سے کوئی خطرہ نہ رہے کہ ان کے دین میں خلل انداز ہو سکیں۔۔۔ اسلام اپنے دشمنوں کے نفس وجود کا دشمن نہیں، بلکہ ان کی ایسی شوکت و حشمت کا دشمن ہے کہ جو اسلام اور اہل اسلام کے لیے خطرے کا باعث ہو۔"(سیرۃ المصطفیٰ ص ۸۸ ج ۲)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

”حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا ارشاد وقاتلوھم حتی لا تکون فتنه ویکون الدین کله لله میں اسی قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانوں! تم کافروں سے یہاں تک جہاد و قتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے، اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے۔ اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت و شوکت کا فتنہ مراد ہے ہے، اور ویکون الدین کله لله سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے، جبکہ دوسری آیت میں ہے لیظھرہ علی الدین کله یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے، اور دین اسلام کو کفر کے فتنے اور خطرے سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہو جائے۔“(سیرۃ المصطفیٰ ص۳۸۶ج ۲)

اگر صرف تبلیغ کی اجازت حاصل ہو جانے کے بعد جہاد کی ضرورت باقی نہ رہی ہوتی تو مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت آج دنیا کے بیشتر ممالک میں حاصل ہے (اور شامت اعمال یہ ہے کہ یہ اجازت حاصل نہیں تو بعض مسلم ممالک میں)، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اب مسلمانوں کو کبھی تلوار اٹھانے کی ضرورت نہ ہو، دنیا بھر میں کفر اپنی شوکت و حشمت کے جھنڈے گاڑتا رہے، دنیا کے لوگوں پر اس کے جاہ و جلال کا سکہ بیٹھا رہے، پالیسیاں انہی کی چلیں، احکام انہی کے جاری ہوں، افکار انہی کے پھیلیں، منصوبے انہی کے نافذ ہوں، اور مسلمان اس بات پر قناعت کر کے بیٹھ جائیں کہ ان غیر مسلم ممالک میں ہمارے مبلغین کے داخلے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جس دنیا میں کفر نے اپنی شان و شوکت اور دبدبے کا سکہ جما رکھا ہو، وہاں آپ کو تبلیغ کی اجازت مل بھی جائے تو کتنے افراد ایسے ہوں گے جو اس تبلیغ کو سنجیدگی کے ساتھ سننے اور اس پر غور کرنے کے لیے تیار بھی ہوں گے؟ جس فضا میں سیاسی طاقت کے بل پر اسلام اور اسکی تعلیمات کے بالکل معارض افکار پوری قوت کے ساتھ پھیلائے جا رہے ہوں، ان کی نشر و اشاعت میں وہ وسائل بھی صرف کیے جا رہے ہوں جو مسلمان استعمال نہیں کر سکتے، وہاں تبلیغ کی اجازت ہو جانے کے باوجود وہ کس درجہ مؤثر ہو سکتی ہے؟

ہاں! اگر اسلام اور مسلمانوں کو ایسی قوت و شوکت حاصل ہو جائے جس کے مقابلے میں کفار کی قوت و شوکت مغلوب ہو، یا کم از کم وہ فتنہ پیدا نہ کر سکے جن کا اوپر ذکر کیا گیا، تو اس حالت میں غیر مسلم ممالک سے پر امن معاہدوں کے ذریعے مصالحانہ تعلقات قائم رکھنا جہاد کے احکام کے منافی نہیں، اسی طرح جب تک کفر کی شوکت توڑنے کے لیے ضروری استطاعت مسلمانوں کو حاصل نہ ہو، اس وقت تک وسائل قوت کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے ملکوں سے پر امن معاہدے بلاشبہ جائز ہیں۔ گویا غیر مسلم ملکوں سے معاہدے دو صورتوں میں ہو سکتے ہیں:۔

(ا) جن ملکوں کی قوت و شوکت سے مسلمانوں کی قوت و شوکت کو کوئی خطرہ باقی نہ رہا ہو۔ ان سے مصالحانہ اور پر امن معاہدے کئے جاسکتے ہیں، جب تک دوبارہ مسلمانوں کی شوکت کے لیے خطرہ نہ بنیں۔

(ب) مسلمانوں کے پاس جہاد بالسیف کی استطاعت نہ ہو تو استطاعت پیدا ہونے تک معاہدے کیے جاسکتے ہیں۔

آپ نے البلاغ، کے محرم الحرام ۱۳۹۱ھ میں شائع شدہ احقر کے جس مضمون کا حوالہ دیا ہے، اس میں یہی معاہدات کی صورتیں مراد ہیں، اور ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ میں احقر کے جس مضمون کا اقتباس آپ نے درج فرمایا ہے، اس میں وہ صورت مراد ہے جبکہ کفار کی شوکت مسلمانوں کی شوکت پر غالب ہو۔

لہٰذا آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ: "معاند اور غیر مصالح اور غیر مسلم حکومتوں پر استطاعت کی صورت میں اقدامی جہاد واجب ہے، تاکہ ان کا زور ٹوٹے اور وہ دعوت و تبلیغ اسلام میں مزاحم نہ رہیں، باقی غیر معاند اور مصالح غیر مسلم حکومتوں پر، جو اپنے یہاں دعوت و تبلیغ کی اجازت دیں اقدامی جہاد مناسب نہیں۔۔۔ اگر اس سے آپ کی مراد وہی ہے جو میں نے اوپر تفصیل سے عرض کی ہے تو درست ہے، اور اگر آپ کا منشا یہ ہے کہ صرف تبلیغ کی قانونی اجازت دینے کے بعد ایک غیر مسلم حکومت "غیر معاند اور مصالح" بن جاتی ہے اور اس سے جہاد جائز یا مناسب نہیں رہتا تو احقر کی نظر میں یہ بات درست نہیں، جس کے دلائل میں اوپر عرض کر چکا ہوں۔

رہا آپ کا یہ فرمانا کہ "خصوصاً آج کل جبکہ توسیع پسندی کو دنیا میں بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بر خلاف اس زمانے کے جب فتوحات کا عام رواج تھا، اور یہ چیز بادشاہوں کے محاسن میں شمار ہوتی تھی، جن اقدامی جہادوں کے واقعات سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے، وہ سب اسی زمانے کے ہیں"۔۔۔ سو میں اس بات سے بصد ادب لیکن شدت کے ساتھ اختلاف رکھتا ہوں کیونکہ اگر اس بات کو درست مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی شے کے اچھے یا برے ہونے کے لیے اسلام کے پاس اپنا کوئی پیمانہ نہیں، اگر کسی زمانے میں کسی بری چیز کو "محاسن" میں شمار کیا جانے لگے تو اسلام بھی اس کے پیچھے چل پڑتا ہے، اور جس زمانے میں لوگ اسے برا سمجھنے لگیں تو اسلام بھی وہاں رک جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ "اقدامی جنگ" بذات خود کوئی مستحسن امر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مسلمان صرف اس بنا پر اس سے کیوں رکیں کہ "آج کل توسیع پسندی" کو دنیا میں بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اور اگر مستحسن نہیں، بلکہ مذموم چیز ہے تو ماضی میں اسلام نے انہیں اس سے کیوں نہیں روکا؟ اور وہ صرف اس وجہ سے اسی پر کیوں عمل پیرا ہے کہ "یہ چیز بادشاہوں کے محاسن میں شمار ہوتی تھی"؟

احقر کی رائے میں تاریخ اسلام کے اقدامی جہادوں کی یہ توجیہہ انتہائی اور واقعات سے حد درجہ دور ہے۔ بات دراصل وہی ہے کہ کفر کی شوکت توڑنے کے لیے اس دور میں جہاد کیا گیا ہے جب یہ چیز "بادشاہوں کے محاسن میں شمار ہوتی تھی" لیکن اس لئے نہیں کہ اس دور میں اس کا رواج عام تھا، بلکہ اس لئے کہ اللہ کے دین کی شوکت قائم کرنے کے لیے یہ چیز واقعتاً مستحسن تھی، ورنہ "بادشاہوں کے محاسن" میں تو یہ بات بھی شمار ہوا کرتی تھی کہ وہ فتح کے نشے میں چور ہو کر عورتوں ،بچوں اور بوڑھوں میں بھی کوئی تمیز نہ کریں، لیکن اسلام نے اس کے رواج عام کی بنا پر ان جیسی مذموم باتوں پر عمل کو گوارا نہیں کیا، بلکہ جنگ کے وہ احکام اور اصول نہ صرف وضع کیے، بلکہ ان پر عمل کر کے دکھایا جو اس دور کے "بادشاہوں" کے تصور میں بھی نہ آسکتے تھے، بلکہ مظلوم انسانوں کے لیے بھی اچنبھے اور ناقابل یقین بھی تھے جو بادشاہوں کے ان مظالم کے نہ صرف عادی، بلکہ انکے مداح بن گئے تھے۔

اور جس مقصد سے اقدامی جہاد پہلے جائز تھا، اس مقصد سے آج بھی جائز ہے، اور محض اس بنا پر اس کے جواز پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا کہ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ایجاد کرنے والے "امن پسند" حضرات اس پر "توسیع پسندی" کی پھبتی کستے ہیں۔، اور وہ لوگ اس پر ناک بھوں چڑھاتے لیتے ہیں جن کی ڈالی ہوئی غلامی کی بیڑیوں سے ایشیا اور افریقہ کی اکثر قوموں کے جسم ابھی تک لہولہان ہیں۔

اور۔۔۔گستاخی معاف۔۔۔یہ بھی مجھے تو اسی کفر کی شوکت ہی کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے خیر و شر کے پیمانے اس عالمگیر پروپیگنڈے کی بنیاد پر بنالئے ہیں جو جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنا کر ذہنوں میں اتار دیتا ہے، اور اس حد تک اتار دیتا ہے کہ غیر مسلموں کی تو بات ہی الگ رہی، خود مسلمان اس سے مرعوب ہو کر اپنے دین و مذہب کے احکام میں معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے پر آمادہ ہو رہے ہیں، اگر باطل کی ایسی شوکت کو توڑنا بھی "توسیع پسندی" کی تعریف میں داخل ہے تو ہمیں ایسی "توسیع پسندی" کے الزام کو پوری خود اعتمادی کے ساتھ اپنے سر لینا چاہیئے۔ نہ یہ کہ ہم ان معترضین کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جائیں کہ "جب آپ اقدامی جہاد کو اچھا سمجھتے تھے تو ہم بھی اسے اچھا سمجھ کر اس پر عمل کرتے تھے، اور جب سے آپ نے اپنی کتابوں میں ــــ اور صرف کتابوں میں ــــ اسے برا کہنا ــــ اور صرف کہنا ــــ شروع کر دیا ہے، ہم نے بھی اسے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔"

اس طرز فکر کے ساتھ اس ناچیز کے لئے اتفاق ممکن نہیں۔ والسلام

حصولِ علم افضل ہے یا کفار کے خلاف جہاد؟

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ

امام ابو بکر جصاصؒ (۳۰۵ھ تا ۳۷۰ھ) کا شمار احناف کے متقدمین آئمہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے ابو سہل الزجاجؒ اور ابو حسن الکرخیؒ جیسے کبار علماء سے علم حاصل کیا۔ فقہ، اصول فقہ، علمِ تفسیر اور علمِ حدیث میں غیر معمولی گہرائی کے سبب معروف ہوئے۔ آپ نے بغداد کو درس و تدریس کا مرکز بنایا اور ابو عبد اللہ جرجانیؒ اور ابو زعفرانیؒ جیسے بڑے بڑے نام آپ ہی کے ہاتھوں سے تراشے گئے۔ آپ اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بھی جانے جاتے تھے۔ آپ کو ایک سے زائد مرتبہ منصبِ قضاء پیش کیا گیا جسے آپ نے ہر بار ٹھکرایا۔ آپ کی تالیفات میں أحکام القرآن، الفصول فی علم الاصول، شرح مختصر الکرخی، شرحِ مختصر الطحاوی، شرح الأسماء الحسنی اور أدب القضاء شامل ہیں۔ ذیل میں آپ کی تفسیر "احکام القرآن" سے ایک اقتباس نقل کیا جارہا ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر دشمن کے حملے کا محض اندیشہ بھی ہو تو حکمِ شریعت یہ ہے کہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ روک کر محاذوں کا رخ کیا جائے یہاں تک کہ دشمن کو پچھاڑنے کے لیے مطلوب تعداد پوری ہو جائے۔

بلا شبہ آج جہاد کے میدان ایسے علماء کی راہ تکتے ہیں جو عمر بن خطابؓ اور علی المرتضیٰؓ جیسے فقہاء صحابہؓ اور عبد اللہ بن مبارکؒ، ابن تیمیہ، عز بن عبد السلامؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور شیخ عبد اللہ بن عزامؒ جیسے علمائے حق کی یادیں تازہ کریں۔۔۔ جو محاذوں پر صفِ اول میں لڑتے اور مجاہدین کو شرعی رہنمائی کا فریضہ سنبھالتے تھے۔ یہ اقتباس علمائے کرام اور طلبائے مدارس دینیہ کو بالخصوص اور دیگر علوم و فنون سیکھنے میں مشغول افراد کو بالعموم، وقت کا ایک اہم شرعی فریضہ اور "إنفروا خفافا وثقالا" کی قرآنی پکار یاد دلاتا ہے۔

"فأن قيل: تعلم العلم أفضل أم جهاد المشركين، قيل له: أذا خيف معرة العدو و إقدامهم على المسلمين، و لم يكن بإزائه من يد فعه، فقد تعين فرض الجهاد على كل أحد، فالإشتغال فى هذه الحال بالجهاد أفضل من تعلم العلم لأن ضرر العدوإذا وقع بالمسلمين لم يمكن تلافيه، و تعلم العلم فى ممكن فى سائر الأحوال، و لأن تعلم العلم فرض على الكفاية، لا على كل أحد فى خاصة نفسه و متى لم يكن بإزاء العدو من يدفعه عن المسلمين فقد تعين فرض الجهاد على كل أحد، وه كان فرضا معينا على الأنسان غير موسع عليه فى التاخيرفهو أولى من الفرض

الذی قام به غیره،و سقط عنه بعینه،و ذلک مثل الإشتغال بصلاة الظهر فی آخر وقتها هو أولیٰ من تعلم علم الدین فی تلک الحال إذ کان الفرض قد تعین علیه فی حذا لوالوقت۔فإن قام بفرض الجهاد من کان فیه کفایة و غنی فقد عاد فرض الجهاد إلی حکم الکفایة کتعلم العلم،إلا أن الاشتغال بالعلم فی هذه الحال أولیٰ و أفضل من الجهاد لما قدمنا من علو مرتبة العلم علی مرتبة الجهاد،فإن ثبات الجهاد بثبات العلم،و إنه فرع له و مبنی علیه"۔(أحکام القرآن للجصاص،باب فرض النفیر و الجهاد ،مطلب: فی أن تعلم العلم أفضل أم جهاد المشرکین)

"اگر یہ پوچھا جائے کہ حصولِ علم افضل ہے یا کفار کے خلاف جہاد؟ تو میں کہوں گا کہ اگر مسلمانوں کے خلاف دشمن کے حملے کا خوف ہو اور اس حملے کو روکنے اور امت کا دفاع کرنے والا کوئی نہ ہو،تو جہاد ہر مسلمان پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔پس اس حال میں جہاد کرنا ہی علم حاصل کرنے سے افضل ہے۔(اس کی دو وجوہات ہیں:)

(پہلی وجہ یہ ہے کہ) ایسی حالت میں جہاد ترک کرنے سے مسلمانوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا،جبکہ علم ترک کرنے میں یہ اندیشہ نہیں،کیونکہ علم تو بعد میں بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(دوسری وجہ یہ ہے کہ) علم حاصل کرنا تو فرضِ کفایہ ہے،ہر مسلمان پر تعین کے ساتھ فرض نہیں۔لیکن اگر حملہ آور دشمن کو پچھاڑنے کے لیے مطلوبہ (افرادی و مالی) قوت موجود نہ ہو تو جہاد ہر مسلمان پر فرضِ عین ہو جاتا ہے۔پس وہ فرض عین جس کی ادائیگی میں تاخیر کی گنجائش نہ ہو،اس فرض سے افضل ہے جو اس کے علاوہ بھی ادا ہو سکتا ہے۔مثلاً آخری وقت میں نمازِ ظہر کی ادائیگی اس وقت علم حاصل کرنے سے افضل ہے کیونکہ نمازِ ظہر اس وقت فرض عین ہو چکی ہوتی ہے۔

ہاں! اگر مسلمانوں کی جانب سے دفاع کرنے والے کفار کو پچھاڑنے کے لیے کافی ہو جائیں تو پھر جہاد بھی حصولِ علم کی طرح فرضِ کفایہ ہو جائے گا،اور اس حال میں علم حاصل کرنا افضل ٹھہرے گا۔علم کا مرتبہ (عام حالات میں) جہاد کے مرتبے سے بلند تر ہے کیونکہ جہاد پر ثبات علم کے بغیر ممکن نہیں،علم اصل ہے اور جہاد اس کی فرع اور جہاد علم ہی کی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے"۔

جہاد کے لیے حاکمِ وقت کی اجازت کی شرط دشمنانِ اسلام کا پروپیگنڈا ہے...!

حضرت مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم

(زیرِ نظر مضمون حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کے خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا مفتی سید مختار الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تالیف 'اسرار العروج' سے اخذ کیا گیا ہے جس میں حضرت نے اس پروپیگنڈا 'ریاست کی اجازت کے بغیر جہاد جائز نہیں' کا مدلل رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ جب کسی ریاست میں اسلامی قانون نافذ نہ ہو اور سربراہِ مملکت دین کا غدار بن جائے تو نہ صرف یہ کہ جہاد کو اسکی اجازت سے مشروط کرنا جہاد کے انکار کے مترادف ہے بلکہ خود ایسے حکمران کے خلاف جہاد کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت کی یہ ۲۵ سالہ پرانی تحریر آج کے حکمرانوں پر سو فیصد منطبق آتی ہے کہ جو پچھلے ۷۵ سالوں سے اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے ملک میں اسلام اور اہل اسلام کی بیخ کنی اور ان کے استیصال میں مصروف ہیں اور اسلامی نظام کے نفاذ میں بنیادی رکاوٹ ہیں، ادارہ)

ایک عرصہ سے دشمنانِ اسلام اور انگریز اپنے ایجنٹوں کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ جہاد بادشاہ اور حاکمِ وقت کے بغیر نہیں ہوتا، حاکم وقت اور بادشاہ کی اجازت کے بغیر جہاد ناجائز و حرام ہے۔ آج کل اس پروپیگنڈہ کو اس قدر زور و شور کے ساتھ پھیلایا جا رہا ہے کہ مخلص مسلمان اور لکھے پڑھے لوگ بھی اس سے متاثر ہو گئے ہیں اور وہ بھی دبے الفاظ میں یہی کہہ رہے ہیں کہ فریضۂ جہاد حاکم وقت کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اگر کسی ملک میں اسلامی قانون نافذ ہو اور اس مملکت کا سربراہ امام المسلمین حکومت کو اسلامی قوانین کے مطابق چلا رہا ہو اور وہ دینِ اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف ہو تو اقدامی جہاد اور جنگ اس کی سرپرستی میں لڑی جائے گی اور اس کے حکم و اجازت کے بغیر اقدامی جہاد مکروہ ہے لیکن جہاں امارتِ اسلامیہ اور اسلامی حکومت کا وجود ہی نہ ہو یا جس اسلامی ملک کا سربراہ خود اسلام کا غدار اور کفر کا علمبردار ہو اور خود شعائرِ اسلامی اور احکامِ اسلامی کے مٹانے کے درپے ہو جیسا کہ آج کل پوری دنیا کا فرعون اور خدائی کا دعویدار امریکہ ہے اور اسلامی ممالک کے تقریباً تمام سربراہان اور حکمران اس کے غلام بن گئے ہیں، وہ اپنی فوج کو صرف وہاں لڑنے کا حکم دیتے ہیں جہاں لڑنے میں اسلام اور مسلمانوں کا

نقصان اور کفر اور امریکہ کا مفاد ہو۔ اسی طرح وہ امریکہ کے ہر حکم اور اشارے پر اس طرح عمل کر رہے ہیں جس طرح انبیاء علیہم السلام وحی الٰہی کی تعمیل میں یا فرشتے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ایسے حالات میں جہاد کو حاکمِ وقت اور حکمرانوں کے حکم یا ان کی اجازت سے مشروط کرنا جہاد کو کفار و مشرکین کے حکم و اجازت سے مشروط کرنے کے مترادف ہے۔ جہاد کو ہر حالت میں امام اور حاکمِ وقت کی اجازت کے ساتھ مشروط کرنا دراصل فریضہ جہاد سے انکار کے مترادف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر کتابیں، صحیفے اور احکامات تو اتارے ہیں، مگر اس نے آسمان سے برگزیدہ انسانوں کی جماعت اور امارتِ اسلامیہ کو نہیں اتارا تاکہ لوگ روزِ اول سے امارتِ اسلامیہ کے تحت فرائضِ اسلام انجام دیا کریں، حدود و قصاص اور شرعی سزائیں جاری کریں اور اس کی سرپرستی میں جہاد کیا کریں، بلکہ جہاد تو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی، غلبے، خلافت اور امارت اسلامیہ کے قیام اور اس کی بقاء کے لیے لڑا جاتا ہے۔۔ لہٰذا امارتِ اسلامیہ اور خلافت کے قیام سے پہلے مسلمانوں کے لیے اس قدر کافی ہے کہ وہ اپنے اندر ایک امیر چن لیں، اس کی سرپرستی اور قیادت میں اخلاص کے ساتھ حالات موقع و محل اور اپنی قوت و قدرت کے مطابق کفر اور ظلم کے خلاف جہاد کیا کریں اور اللہ تعالیٰ کے دین، دینِ اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے متعلق چند دلائل پڑھ لیجیے:

حضرات انبیاء علیہم السلام کا جہاد

اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کو ایسے حالات میں بھیجا کہ ہر طرف کفر کا اندھیرا ہوتا، آس پاس کی حکومتیں کفر اور شرک کی علمبردار ہوتیں، ایسے نازک حالات میں حضرات انبیاء حق کی آواز بلند کرتے تھے۔ جو لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ان کی اصلاح و تربیت کرتے، ان کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کے طور طریقے اور اس کے احکامات و ہدایات سکھاتے، ان کو ایمان دار، متقی و پرہیزگار بنانے کی کوشش کرتے، اور ان کو اللہ والے بنادیتے بالآخر وہ انہی اللہ والوں کو اپنے ساتھ لے کر اپنے آس پاس کے کفر کے علمبرداروں، سرداروں اور حکمرانوں کے خلاف جنگ کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وکأین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ فما ضعفوا وما استکانوا واللہ یحب الصابرین۔

”اور (اس سے پہلے) کتنے ہی نبی (ایسے) گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے (شرک و کفر کے علمبرداروں کے خلاف) جنگ کی تو بوجہ ان مصیبتوں کے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہنچیں وہ نہ تو پست ہمت ہوئے اور نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ (باطل قوتوں کے آگے گھٹنے ٹیک کر) دبے ہیں اور اللہ تعالیٰ (ایسے) ثابت قدم رہنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔“

خاتم الانبیاء محمد ﷺ کا جہاد

خود خاتم الانبیاء والرسل سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب قدسیوں اور اللہ والوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تیار ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنی قوم اور ملک کے مفسد سرداروں، حکمرانوں اور اپنے آس پاس کے ظالم حکام کے خلاف جہاد شروع کیا اور اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر شرک وکفر کے علمبرداروں کے خلاف لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شوکت اور غلبہ نصیب فرمایا۔

اسلامی نظام کا نفاذ اور خلافت کا قیام

مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے معاشرے کے اندر اسلامی نظام نافذ اور خلافت قائم کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یاایھاالذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

”اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے (یعنی ایمان والوں میں سے) جو صاحبِ امر ہیں ان کی اطاعت کرو“

ظاہر ہے کہ صاحبِ امر (امیر اور امیر المسلمین) کی اطاعت تو اس وقت ہو گی جبکہ امیر اور خلیفہ موجود ہو، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ مسلمانوں کے لیے ایک متقی ایمان دار امام اور امیر کا ہونا ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ اس کی بات سنیں اور مانیں اور اس کی سرپرستی میں قرآن وسنت کے مطابق اپنے اجتماعی امور کو تشکیل دیں، ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئك ھم الکٰفرون

”اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب (اور شریعت) کے مطابق فیصلے نہ کریں تو یہی لوگ کافر ہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنی کتاب اور شریعت کا امین اور گواہ بنا دیا ہے اگر قدرت و طاقت کے باوجود ان کے معاملات اور فیصلے شریعت کے مطابق نہ ہوئے تو یہی لوگ اس راہِ حق کے رکاوٹ اور حقیقی کافر ہیں کہ قوت و طاقت کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت پر باطل اور طاغوتی قوانین کو ترجیح دیتے ہیں اور باطل قوانین کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم

”اور یہ کہ تو ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کر جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو“۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی قرآنی آیتیں اس طرف اشارہ کرتی ہیں کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنے معاشرے کے اندر اسلامی نظام قائم کریں تاکہ وہ اس کے زیرِ سایہ اسلامی شریعت کے مطابق اپنے تمام تر معاملات کا فیصلہ کر سکیں، حدود و قصاص نافذ کریں، اسلامی طرز کا معاشی نظام اور اسلامی احکام قائم کریں، چور ڈاکوؤں مفسدین اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر جبر و تشدد اور ظلم کرنے والوں کے مظالم اور فساد کا قلع قمع کریں، عدل و انصاف اور امن قائم کریں۔ امام و خلیفہ کو مقرر کرنا صحابہ کرامؓ کے نزدیک اتنا اہم اور ضروری تھا کہ آپ ﷺ کی تجہیز و تکفین سے پہلے پہلے خلیفہ مقرر کیا گیا یہی وجہ ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے لیے اپنا امام اور امیر مقرر کرنا اور امامت و خلافت قائم کرنا ایک اہم ترین فریضہ ہے۔

اگر حکمران اسلام کو حقیر سمجھنے لگیں تو!

اگر حکام اور حکمران کفر کے علمبردار اور اسلام کے نام پر اسلام کے غدار بن گئے ہوں، وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر کفر کی حمایت کر رہے ہوں، اسلام کے نام پر اسلامی احکامات و ہدایات اور اسلامی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑانے والوں کی ہر قسم کی حوصلہ افزائی کرتے ہوں اور اسلام پسندوں کی بیخ کنی اور استیصال میں اپنی تمام تر کوششیں اور توانائیاں خرچ کر رہے ہوں۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اگر ایسے حالات میں اسلامی اصولوں کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ایک صحت مند تحریک چلاتی ہے اور وہ اللہ والوں کی ایک ایسی جماعت تیار کرتی ہے جو اپنے ملک میں انقلاب برپا کر کے اسلامی قوانین کا نفاذ کر سکے کیا ایسی جماعت کے لیے ضروری ہے کہ انقلاب برپا کرے یا کہ نہیں؟ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فریضہ کو ادا کرے اور اسلامی نظام نافذ کرے اب دوسرا سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں موجودہ باطل پرست سربراہ مملکت اور حکام وقت کے ساتھ تصادم اور جنگ کی نوبت آتی ہے تو کیا وہ اسی حاکم سے اس کی حکومت کے خلاف جہاد اور جنگ کرنے کی اجازت مانگے گی؟ تو کیا باطل پرست حکمران خود اپنے خلاف جہاد اور جنگ کی اجازت دے گا؟ کیا ان حالات میں ایسے حاکم کی اجازت کے ساتھ جہاد کو مشروط کیا جائے گا؟ کیا وہ ان کو یہ اجازت دے گا کہ تم میرے خلاف جہاد کر کے اسلامی نظام ملک میں نافذ اور قائم کرو۔؟

بلاشبہ یہ کھلی ہوئی حماقت ہے، ایسے حکام اور حکمرانوں کے حکم اور اجازت کے ساتھ جہاد کو مشروط کرنا جہاد کا انکار ہے، حدود و قصاص اور شرعی قوانین کا انکار ہے اور یہ اسلام کے نام پر اسلام ہی سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔ ایسے حالات میں مسلمانوں کے لیے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنے اندر ایک مؤمن کو امیر مقرر کریں، پھر اس کی سرپرستی اور اطاعت میں فریضہ جہاد میں مصروف ہو جائیں اور موقع محل اور اپنی قدرت و طاقت کے مطابق اس اہم فریضہ کو انجام دیں۔

مسلمانوں کا سربراہ اگر اسلام کا غدار اور کفر کا علمبردار بن جائے تو اس کے خلاف جنگ ضروری ہے

مسلمانوں کا سربراہ حاکم اور بادشاہ اگر اسلام کا غدار اور کفر کا علمبردار بن جائے تو مسلمانوں پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس کو معزول کر دیں اگر ان کی قدرت و طاقت میں ہو کہ اس کو طاقت کے ذریعے معزول کر سکتے ہوں تو ان پر لازم ہے کہ اس کے خلاف جہاد اور جنگ کر کے اس کی حکومت اور اقتدار کو ختم کر دیں۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

السمع والطاعة على المرء المسلم فيما احب و كره ما لم يومر بمعصية فاذا امر بمعصيةفلا سمع و لا طاعة۔

ہر مسلمان شخص پر (امیر اور امام کا حکم) سننا اور (اس کی) اطاعت کرنا لازم ہے خواہ وہ حکم اسے پسند ہو یا ناپسند جب تک اس کو گناہ کا حکم نہ دیا جائے، لہٰذا جب اسے گناہ کا حکم دیا جائے تو پھر نہ (امیر اور حاکم کی بات کو) سننا ہے اور نہ (اس کی) اطاعت کرنا ہے"۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

نیز حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں صحابہ کرامؓ کا نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت میں جن امور کے عہد کرنے کا ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ:

وعلى ان لا تنازع الامر اهله الا ان ترو اكفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان

"اور ہم نے اس بات پر بھی بیعت کی کہ ہم اس امر (یعنی حکومت و اقتدار) کو اس کے اہل سے نہ نکالیں گے مگر جب تم ان کی طرف سے کوئی ایسا کھلا ہوا کفر صادر ہوتا نہ دیکھو جس کے کفر ہونے پر اللہ تعالیٰ (کے دین اور شریعت) کی طرف سے تمھارے پاس قطعی دلیل موجود ہو (تو پھر اس کو اس کے عہدے سے ہٹا دو"۔ (بخاری ص ۷، حدیث ۷، مسلم و مشکوۃ)

تمام ائمہ مجتہدین اور فقہائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی مملکت کا امام و خلیفہ اور بادشاہ جب کفر کا مرتکب ہو جائے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی اور اس کو اقتدار سے ہٹا دیا جائے گا، اگر وہ اقتدار سے الگ نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اگر بزورِ شمشیر اقتدار سے ہٹا دینے کی قدرت ہو تو اس کے خلاف جہاد کیا جائے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ مسلمان جب اپنے حاکم کے خلاف جہاد اور جنگ کریں گے تو ایسی صورت میں وہ کس سے اجازت مانگیں گے۔ ظاہر ہے کہ اپنے کفر کے علمبردار امام و حاکم اور بادشاہ سے تو نہیں بلکہ ایسی صورت میں تو دینِ اسلام اور شریعتِ اسلامی نے مسلمانوں کو یہ اجازت، بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ ایسے حاکم کے خلاف لڑیں اور اس کو اقتدار سے معزول کر کے اس کی جگہ کسی عادل مسلمان کو اپنا امام اور خلیفہ مقرر کریں، ایسی صورت میں صرف اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان اپنے کسی چنے ہوئے امیر کی سرپرستی میں منظم ہو کر اپنے حاکم کے خلاف اقدام کر کے اس کا تختہ الٹ دیں۔

نظامِ عالَم کی تبدیلی کا وقت

تلخیصِ خطاب: حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی مدظلہ

(ہندوستانی مسلمانوں کی موجودہ بدترین صورتحال پر مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام کیلئے چشم کشا اور بصیرت افروز راہ نمائی)

میں نے جو آیت تلاوت کی ہے 'وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم' اس میں اللہ تعالیٰ نے اولین ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم اگر اپنی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کروگے، تم اگر اپنی اجتماعی ذمہ داریوں سے منہ پھیر لوگے، تم اگر اپنے ذاتی مفاد کو انسانیت اور ملت کے مفاد پر ترجیح دوگے، تم اگر عہد وفا کو نبھانے کے بجائے بے وفائی کا راستہ اختیار کروگے تو تم کو ہٹا دیا جائے گا، تم کو معزول کر دیا جائے گا، تم کو بدل دیا جائے گا اور تمہاری جگہ پر دوسروں کو لے آیا جائے گا، اور وہ ایسے ہوں گے کہ وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے 'ثم لا یکونوا امثالکم'۔

یہ ہماری بے حسی ہی ہے کہ ایسی آیتیں ہمارے سامنے ہوتی ہیں اور ہم پر لرزہ نہیں ہوتا ہمیں بہت ضرورت ہے کہ ہم غور کریں کہ وان تتولوا سے کیا مراد ہے؟ اگر تم پیٹھ پھیری، بے وفائی کی، عہد وفا کو نہیں نبھایا، غداری کی، دھوکہ دیا تو یہ ایسا ہو گا۔ میں پچھلے پندرہ بیس سالوں سے دہرا رہا ہوں کہ یہ دور تبدیلی کا ہے، ایک نیا ورق پلٹے جانے کا دور ہے، نظمِ عالَم میں تبدیلی کا دور ہے، وہ نظمِ عالم جو تقریباً سو فیصد ظلم پر قائم ہے، اسکی تبدیلی کا وقت قریب آرہا ہے اور اس ایک عالمی نظام کے قائم ہونے کا وقت قریب آرہا ہے جس عالمی نظام میں سب کو انصاف ملے گا بلا کسی تفریق کے سب ملکوں کو، سب ملکوں کے باشندوں کو، ہر سماج کے ہر انسان کو انصاف ملے گا، انصاف جب آئے گا تب امن آئے گا، برکتیں آئیں گی اور وہ دور قریب آرہا ہے۔

یہ میں بار بار عرض کرتا رہا ہوں آج پھر پورے احترام کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ وہ کونسی خرابیاں ہوں گی جس کی وجہ سے اللہ پاک ایک نسل کو، ایک دور کے مسلمانوں کو، ایک مخصوص طبقے کو ہٹا دے گا، بدل دے گا؟ کیا یہ خرابی ہو گی ان کی کہ ان کا کرتا لمبا نہیں ہے؟ ان کی داڑھی لمبی نہیں ہے؟ میں اس سے آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ کیا ان کی یہ خرابی ہو گی کہ وہ پابندی سے نماز نہیں پڑھتے ہوں گے؟ وہ کسی بزرگ کے خلیفہ نہیں ہیں؟ وہ کسی سے بیعت نہیں ہیں؟ انہوں نے چلے نہیں لگائے؟ کیا یہ خرابیاں ہوں گی؟ کیا ہم نے اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کو انہی چیزوں تک محدود کیا ہے؟ کیا ہم نے اپنے دین

کے دائرہ کو اسی تک محدود کیا ہے اور کچھ تقاضے دین کے نہیں ہیں، کیا ہمارے مال میں دین کے تقاضے نہیں ہیں، کیا ہمارے عزم و حوصلے ارمانوں اور مستقبل کے منصوبوں میں دین کے مطالبے نہیں ہیں ؟غور کیجئے۔۔!!بے وفائی کا تعلق، غداری کا تعلق، خیانت کا تعلق کن چیزوں سے ہوتا ہے؟اجتماعی ذمہ داریوں سے فرار، اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دینا، ملت کے مفاد کے ساتھ بے وفائی غداری، باطل کے سامنے سر جھکا دینا، ڈر جانا، بزدلی اور مصالحت کا راستی اختیار کر لینا، حکمت و مسلحت کے نام پر بے وفائی کا راستہ اختیار کر لینا۔

حدیث پاک میں ہے کہ ایک زمانہ وہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام رہے گا نام، ہم نام کے مسلمان رہیں گے اسلام کی حقیقت ہمارے اندر سے نکل جائے گی، ہم سمجھ ہی نہیں پائیں گے کہ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے، کس موقعہ پر کیا مؤقف اختیار کرنا ہے، کس مسئلہ مین اسلام کا کیا تقاضا ہے؟جماعتوں، اداروں اور اشخاص کا نام اسلامی ہو گا مگر حقیقت اسلام ان کے اندر سے نکل جائے گی، آگے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:ولایبقیٰ من القرآن الارسمہ قرآن کے صرف الفاظ و حروف باقی رہ جائیں گے کسی زندگی مین قرآن کی حقیقت نہیں ہوگی، کسی کی پالیسی مین کسی کے طرزِ زندگی میں قرآں نظر نہیں آئے گا قرآن سمجھ ہی نہیں آئے گا بلکہ اس کمی کا احساہی ختم ہو جائے گا کہ میں قرآن نہیں سمجھتا، سچ فرمایا تھا اللہ کے رسول ﷺ نے، ہم گواہی دیتے ہیں وہ زمانہ آگیا ہے ایک عرصہ ہوا وہ زمانہ آگیا لیکن ہم بے حسوں کو کچھ خبر ہی نہیں، آگے فرمایا:مساجدھم عامرہ وھی خراب من الھدیٰ اس دور میں مساجد آباد ہوں گی مگر رہنمائیوں سے خالی ہوں گی، ھدایت سے خالی ہوں گی، کسی مسئلہ کا حل مسجد سے نہیں ملے گا، مسجدوں سے رہبری نہیں ہوگی مسجدوں سے امت کو مسائل کا حل نہیں ملے گا آگے جو ارشاد نبوی ﷺ ہے اس کا ترجمہ و تشریح کرتے ہوئے میرا پورا وجود لرز رہا ہے فرمایا:علماءھم شرمن تحت ادیم السماء اس آسمان کے نیچے ان کے علماء بدترین لوگ ہوں گے، اس آسمان کے نیچے جتنے طبقات ہوں گے ان میں سب سے برے علماء ہوں گے، ہمیں یہ تو یاد رہتا ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہوں گے لیکن یہ یاد نہیں رہتا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک دور ایسا آئے گا جس دور کے علماء اپنے دور کے بدترین لوگ ہوں گے، کاش کہ آج ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کیا ہم انبیاء کے وارث کیلانے والوں کی صفوں میں کھڑے ہونے کے لائق ہیں؟

ذرا علماء کی تاریخ تو پڑھئے!پڑھئے امام احمد ابن حنبلؒ کی تاریخ، کیوں انہوں نے اس قدر تکلیفیں اٹھائیں، جیل میں ڈال دیا جاتا کوڑے مارے جاتے تھے کیا جرم تھا امام ابن حنبلؒ کا؟کیا ان کو وہ مصلحتیں معلوم نہ تھیں جو آج کے دور کے علماء کو ہیں؟ جن حکومتوں کا وہ مقابلہ کر رہے تھے کیا وہ آج کے دور سے بدتر حکومتیں تھیں؟امام شافعیؒ کو زنجیریں ڈال کر قتل کرنے کے

ارادے سے لے جایا گیا، امامِ دار الہجرہ امام مالکؒ کو ستایا گیا، امام اعظم ابو حنیفہؒ کا جنازہ جیل سے اٹھا، امام سرخسیؒ کو اندھے کنوئیں میں سزا ہوئی، کیا وجہ ہے امام مجدد الف ثانیؒ کو گرفتار ہونا پڑا، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیزؒ کو کس قدر ستایا گیا سید احمد شہید ہوئے، شیخ الہندؒ پیرانہ سالی میں پابندِ سلاسل ہوئے! علماء کی تو یہ تاریخ رہی ہے، کیا ان علماء کو مصلحتیں معلوم نہ تھیں، ساری حکمت و مصلحت آج ہی کے دور کے علماء نے پڑھی ہے جو ظالموں کے گن گانے اور ان کا دفاع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، خاندانی نسبتوں کا خیال اور خلافتوں اور ارشاد کی مسندوں پر بیٹھے ہوئے ہم جیسوں کا خیال کرنے کے بجائے حق کا خیال کرو، یہ مت دیکھو کہ کون کس کا صاحبزادہ ہے اور کون کس کا خلیفہ ہے، یہ تھے علماء جو انبیاء کے وارث کہلانے کے مستحق تھے۔

آگے حضور ﷺ نے مزید عجیب بات ارشاد فرمائی فرمایا: من عندهم تخرج الفتنه واليهم تعود انہی کے اندر سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں واپس ہو جائیں گے، اول آخر علماء ہی ہوں گے یہ بہت ہی اہم جملہ ارشاد فرمایا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے، اس پر ٹھہر جاؤ ہفتوں ٹھہر جاؤ! ہم کیا سمجھ رہے ہیں کہ ساری گمراہیاں فلاں اور فلاں سے ہی نکل رہی ہیں اس میں کہیں اپنے کو نہیں دیکھ رہے ہیں، اور آپ ﷺ فرما رہے ہیں کہ تمہی سرچشمہ ہوگے اور تم ہی مرکز ہوگے تمہارے اندر ہی سے نکلیں گے، لڑائیاں، جھگڑے، بزدلی، غداریاں، بے وفائیاں، جو بھی نکلیں گی تم ہی میں سے نکلیں گی۔

یہ ہے وہ دور جس میں اللہ تعالیٰ تبدیلیِ قوم کا فیصلہ فرمائیں گے، میں صاف لفظوں میں تو نہیں کہوں گا لیکن کیا آپ نے نہیں محسوس کیا؟ کہ ایک مخصوص طبقے کی نشاندہی کر کے اللہ کے نبی ﷺ نے نہیں فرمایا جب وہ طبقہ اس حالت کو پہونچ جائے گا تب ہم تبدیلی قوم کا فیصلہ کریں گے، اللہ تعالیٰ کسی ایسے سے بھی کام لے سکتا ہے جس کی داڑھی نہ ہونے پر ہم فتویٰ دیں، کہتے رہیں ہم کہ یہ تو زانی ہے یہ تو ایسا اور ایسا ہے لیکن دیکھیں گے ہم کہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کو کیسا ایمان دیں گے کہ وہ اقوام عالم کے سامنے حق کی گواہی دیں گے، میں دیکھ رہا ہوں کہ پورے عالَم سے طبقہ علماء میں سے اکثر کو اللہ ہٹا رہے ہیں، معزول کر رہے ہیں، عجیب عجیب باتیں علماء کی زبان سے نکل رہی ہیں، کفر و باطل کی قیادت طاقتیں جو ائمۃ الکفر ہیں وہ ہمارے علماء کو گواہ بنا کر پیش کر رہے ہیں کہ نہیں وہ تو کوئی ظلم نہیں کر رہے ہیں، ہمارے علماء عالمی ظالموں کی صف میں بیٹھ کر ان ظالموں کی صفائی پیش کر رہے ہیں۔

میرے دوستو۔۔۔۔!

بہت خطرناک دور ہے، یہ چھٹائی کا دور ہے، تمحیص کا دور ہے، اللہ پاک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر رہے ہیں۔ ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت دو طبقوں میں تقسیم ہو گی ایک ایسا طبقہ ہو گا جس میں

ایمان ہی ایمان ہو گا نفاق کا ذرہ بھی نہیں ہو گا اور ایک وہ طبقہ ہو گا جس میں نفاق ہی نفاق ہو گا ایمان کا ذرہ بھی نہیں ہو گا، یہ اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسلمانوں کے بارے میں فرما رہے ہیں غیر مسلموں کے بارے میں نہیں، نفاق کا مسئلہ تو ہم جبہ و دستار والوں میں سے نکل کر آئے گا، مسند ارشاد پر بیٹھے ہوئے ان لوگوں میں سے نکل کر آئے گا جن کو وراثت میں ملتی ہے مسند ارشاد ، جن کی زندگی میں نہ مجاھدے ہوتے ہیں نہ طلبِ صادق ان کو تو بس وراثت میں مل جاتی ہے اور ایسے وارثین جب عقابوں کے نشیمن کے مالک بن کر بیٹھ جاتے ہیں ایسی جماعتوں کے مالک بنکر بیٹھ جاتے ہیں جن کو عظیم الشان بہادر، جری، حوصلہ مند اور غیور قائدین نے تشکیل دیا تھا، تو پھر کیا ہوتا ہے؟

ع زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

میں اپنے نوجوان علماء سے کہتا ہوں کہ بھئی یہ اندھی بھکتی کب چھوڑو گے؟ یہ کیا ہو رہا ہے، کیا طریقہ ہے، کیوں نہیں آپ مرجع قسم کے لوگوں پر دباؤ بناتے کہ ہم ایسی اندھی رہنمائی قبول نہیں کریں گے؟

اے میرے نوجوان علماء! اللہ سے آزادی ضمیر کی دعا مانگو، اللہ سے ذہنی غلامی سے چھٹکارا مانگو، اللہ سے کہو اے اللہ! ہمیں صحیح اور غلط کی سمجھ عطا فرما، ایسی محبت جو ہمیں اندھا اور بہرا کر دیتی ہے یا اللہ اس سے بچا، تلاش کرو، غور کرو، یہ زمانہ بہت خطرناک ہے، بیٹھے بیٹھے تفسیریں کرنے کا زمانہ نہیں ہے، بے چین ہو جاؤ، دل میں کرب محسوس کرو اور دعا مانگو کہ اے اللہ! ہمیں صحیح قیادت نصیب فرما اور صحیح قیادت کی پہچان اور قدر نصیب فرما، ہماری آنکھوں اور دلوں پر پڑے ہوئے پردوں کو اللہ ہٹا دیجئے، ہمیں بصیرت عطاء فرما، ان دعاؤں کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

سقوط ڈھاکہ سے سقوط پختونستان تک

از: مکرم خراسانی

سقوط ڈھاکہ نے پاکستانی فوج کی تاریخ میں ایک اور سیاہ باب کا اضافہ کیا۔ قیامِ پاکستان کے چوبیس سال گزر جانے کے بعد بھی فوج کی غلامانہ اور ظالمانہ ذہنیت ذرّہ برابر نہیں بدلی تھی۔ انگریز نے اس فوج کو پہلی مرتبہ اس وقت استعمال کیا تھا جب اسے 1857ء میں بنگال سے پھوٹنے والی بغاوت کچلنا تھی۔ 1971ء میں اہلِ بنگال پر توڑے جانے والے مظالم بھی در حقیقت نفرت و تعصب کے انہی جذبات کا شاخسانہ تھے جو انگریز نے اس فوج کے خمیر میں 1857ء میں ڈال دیئے تھے۔ پاکستان کی فوجی قیادت اور بیورو کریسی کے اسی متعصبانہ رویے کے سبب بلوچستان، سندھ، سرحد اور جنوبی پنجاب میں علیحدگی پسند تحریکوں نے جنم لیا؛ اور انہی تعصبات کے سبب مشرقی پاکستان علیحدہ ہوا۔

مشرقی پاکستان کے مسلمانوں سے معاملہ کرتے ہوئے فوج نے بنگالی مسلمانوں کی طرف حقارت سے دیکھنے اور انہیں دبا کر رکھنے کا وہ مکروہ رویہ بھی اپنائے رکھا جو اسے 1857ء کے بعد اپنے آقاؤں سے ورثے میں ملا تھا۔ جنگ کے بعد بنگالی مسلمانوں کے خلاف فوج کے مظالم کی جانچ پڑتال اور جنگ میں ناکامی کے ذمہ دار افراد کی نشاندہی کے لئے چیف جسٹس پاکستان جسٹس حمود الرحمان کی سربراہی میں ایک کمیشن ترتیب دیا گیا۔ جن کی رپورٹ اس فوج کے مکروہ حرکتوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ اس کی رپورٹ ہر پاکستانی کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ پاکستانی فوج نے دشمن کے مقابلے میں اس شرمناک بزدلی و بے ہمتی کا مظاہرہ کیا؛ لیکن دوسری طرف پوری جنگ کے دوران یہ بدبخت فوج نہتے بنگالی مسلمانوں پر اپنی پوری قوت کے ساتھ یوں ٹوٹی گویا اس کا اصل 'جہاد' یہی ہو۔ جیسا کہ آج کل کی صورتحال ہے، 25 اور 26 دسمبر کی رات کو ڈھاکہ شہر پر بھاری توپخانے سے وحشیانہ بمباری کر کے لاتعداد نہتے شہریوں کو شہید کیا گیا، عین اسی تاریخ کو دہراتے ہوئے یہ بے غیرت فوج بھارت کے خلاف غیر مسلح احتجاج اور ٹی وی پر اعلان کر کے آدھا گھنٹہ کھڑا ہو کر مقابلہ کرتی ہے اور سوات، دیر اور بونیر سمیت فاٹا میں بے گناہ مسلمانوں پر بم برساتے ہیں، ستمبر اور اکتوبر کے درمیان "دھوم گھاٹ" کے علاقے میں مقامی لوگوں کو قطار در قطار کھڑا کر کے فائرنگ سکواڈ کے ذریعے قتل کیا گیا، جیسا کہ سوات میں نہتے بے گناہ بچوں کو کھڑا کر کے کلمہ پڑھوایا اور پھر گولیاں چلا کر خون میں نہلا دیا، 28 مارچ 1971ء کو لیفٹیننٹ جنرل یعقوب خان کے حکم پر کومیلا چھاؤنی میں 17 بنگالی افسروں اور 915 بنگالی سپاہیوں کو ایک ہی دن میں مار ڈالا گیا، سلدا نا سی کے علاقے میں بھی 500 لوگوں کو قتل کیا گیا، پشتون قوم کے ساتھ یہ سلوک خڑکمر واقعے تک محدود نہیں یہ پاکستان کے براہ نام وجود میں آنے کے فوراً بعد ہی شروع ہو گیا تھا، جب بابڑا میں پرامن جلوس پر فائرنگ کر کے چھ سو سے زائد بے گناہ پشتونوں کو شہید کیا گیا، مارنے والے ایک اہلکار کا یہ بھی کہنا خاصا مشہور ہوا کہ ان کی قسمت اچھی تھی کہ گولیاں ختم ہوئیں

ورنہ ہم ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑنے والے تھے، نمایاں بنگالی مصنفین، ڈاکٹروں، انجنیئروں، پروفیسروں اور سیاست دانوں کو چن چن کر مارا گیا، آج بھی لاپتہ افراد میں اکثریت کو کالجوں، یونیورسٹیوں اور ہسپتالوں سے اٹھایا گیا ہے جو تاحال لاپتہ ہیں، الغرض اہلِ بنگال کے خلاف مظالم کی ایک سیاہ داستان رقم کی گئی۔

بنگلادیشی حکومت کا دعویٰ تھا کہ اس پوری جنگ کے دوران فوج نے 30 لاکھ بنگالی قتل کئے، جبکہ جی ایچ کیو نے 1972ء میں خود چھبیس ہزار (26،000) بنگالیوں کے قتل تسلیم کئے تھے۔ وہاں چھبیس ہزار تسلیم کیے تھے یہاں ۷۰ ہزار ارمان رہے ہیں، تو کیا یہ ایک اور تقسیم کیلئے راہ ہموار کرنا نہیں ہے؟؟ مذکورہ بالا کمیشن کے ایک گواہ بر گیڈیئر اقبال الرحمان شریف کے مطابق، پاکستانی فوج کا ایک نہایت اعلیٰ عہدیدار جنرل گل حسن فوجی مراکز کے دوروں کے دوران سپاہیوں سے پوچھا کرتا تھا کہ:

"How many Bengalis have you shot?" "تم نے کتنے بنگالی مارے ہیں"

بنگلہ دیشی حکومت کا دعویٰ تھا کہ کل 2 لاکھ خواتین کی عصمت دری کی گئی۔ لیفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان نے حمود الرحمان کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ فوجیوں میں یہ جملہ عام تھا کہ:

"When the Commander (Lt. Gen. Niazi) was himself a raper, how could we be stopped!"

"جب ہمارا کمانڈر (جنرل نیازی) خود عزتیں لوٹتا تھا، تو پھر ہمیں کیسے روکا جاسکتا تھا"؟!

میجر منور خان نے کمیشن کے سامنے گواہی دیتے ہوئے بتایا کہ 11 اور 12 دسمبر کی درمیانی شب جب مقبول پور سیکٹر میں بھارتی فوج کے گولے پاکستانی مورچوں پر گر رہے تھے، عین اس وقت بھی بر گیڈیئر حیات اللہ کے زیرِ زمین مورچے میں ایک بدکار عورت اس کے ساتھ موجود تھی۔ جنرل راؤ فرمان علی کی گواہی کے مطابق جنرل نیازی نے مشرقی پاکستان میں فوج کی کمان سنبھالنے کے فوری بعد کہا کہ: "میں راشن کی کمی کا ذکر کیوں سن رہا ہوں؟ کیا اس علاقے کے لوگوں کے پاس گائے بکریاں نہیں ہیں؟ یہ دشمن کی سرزمین ہے، جو جی چاہے چھین لو! ہم (دوسری جنگِ عظیم کے دوران) برما میں یہی کرتے تھے"۔

جرنیلوں کی اسی تحریض کا نتیجہ تھا کہ فوج کے افسر و سپاہی سرچ آپریشنوں کے دوران خوب لوٹ مار کرتے۔ بعض مرتبہ جب بیرکوں کی تلاشی لی گئی تو (حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کے مطابق) وہاں سے ٹی وی، فریج، ایئر کنڈیشنر، ٹائپ رائٹر، سونا، گھڑیاں اور بہت سی دیگر قیمتی اشیاء برآمد ہوئیں۔ ایک موقع پر 57 ویں بر گیڈ کے کمانڈر بر گیڈیئر جہانزیب ارباب، چار کرنل سطح کے افسران اور ایک میجر نے ایک مشترکہ منصوبے کے تحت سراج گاج میں واقع نیشنل بینک کے خزانے سے ایک کروڑ پینتیس لاکھ (1،3500،000) روپے چرائے۔ کرنل بشیر احمد خان کی گوہی کے مطابق میجر جنرل محمد جمشید کی بیوی ڈھاکہ سے فرار ہوتے ہوئے بہت سی چوری شدہ نقدی مغربی پاکستان لے کر گئی، جبکہ جنرل نیازی تو جنگ کرنے کی بجائے اس پورے عرصے پان کی اسمگلنگ میں مصروف رہا۔

قارئین کرام! یہاں بنگالی مسلمانوں کے تذکرے کا مقصد صرف یہی تھا کہ اس وقت کے حالات اور آج کل کے حالات میں مماثلت کتنی ہے؟ کیا یہی سب کچھ تقسیم بنگال کا سبب بنی؟ اگر ہاں تو کیا ایک اور تقسیم جنم لینے والی ہے؟ اس فوج نے گزشتہ چند سالوں کے

دوران سوات سے لے کر وزیرستان تک دس بیس نہیں، کئی سو مساجد و مدارس شہید کئے ہیں؛لاکھوں مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا ہے،جیٹ طیاروں اور توپخانے کی بمباری سے ہزارہا معصوم لوگوں کو قتل کیا ہے،ڈرون حملوں کے لئے جاسوسی کر کے سینکڑوں مسلمانوں کا لہو بہانے میں براہِ راست شرکت کی ہے،پوری پوری بستیوں کو جلا ڈالا گیا،بازاروں کو اجاڑا ہے،حق گو علمائے کرام کو برہنہ کر کے ان پر وحشیانہ تشدد کیا ہے،شریعت کے نام لیواؤں کو قطاروں میں کھڑا کرے گولیوں سے بھونا ہے،چادر و چاردیواری کی حرمت پامال کر کے مجاہدین کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو اغواء کیا ہے،سوات، بونیر، دیر باجوڑ،درہ آدم خیل اور فاٹا سمیت کئی دیگر علاقوں میں عام آبادی کے گھروں سے سامان لوٹ کر،ٹرکوں میں بھر بھر کر ساتھ لے کر گئے ہیں،امت کے مجاہد بیٹوں کو گلیوں اور چوکوں میں گھسیٹا ہے، آئی ایس آئی کے قید خانوں میں ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں، حتیٰ کہ ان کو ذہنی اذیت دینے کے لئے اللہ جل شانہ کی شان میں گستاخی تک کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

مئی ۲۰۱۹ء کو مہمند ایجنسی میں ایک اہلکار گھر میں گھسنے کی کوشش کرتے ایک غیرتمند عورت کے ہاتھوں مارا گیا دوسری طرف اسی سال فروری میں شمالی وزیرستان کے علاقے خیسور میں ایک تیرہ سالہ لڑکے کی ویڈیو وائرل ہوئی تھی جس میں اس نے کہا تھا کہ سکیورٹی اہلکار ان کے گھر داخل ہو کر خواتین کو ہراساں کرتے ہیں۔اسی سال "خڑکمر" میں پرامن احتجاجی ریلی پر فائرنگ کر کے ۱۲ بے گناہ لوگوں کو شہید کیا،ابھی چند دن پہلے ہی ایک فوجی اہلکار قومی باشندوں کے ہاتھوں اس حال میں مارا گیا کہ وہ راتوں کو گھروں میں گھس کر لوٹ مار کرتا اور بے گناہ لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ بھی کرتا تھا۔یقیناً ان میں سے کوئی بات بھی قابلِ حیرت نہیں۔حیرت تو اس سادہ لوحی پر ہے کہ جس کے سبب اب بھی کوئی صاحبِ ایمان شخص اس فوج کو 'اپنی فوج' سمجھتا ہو اور اب بھی اس سے خیر کی امیدیں لگائے بیٹھا ہو۔ایک ایسی فوج جسے برطانوی راج اپنا دایاں بازو قرار دیتا ہو، جس نے کبھی دہلی میں علماء و مجاہدین کا خون بہایا ہو تو کبھی سوات و قبائلی علاقہ جات میں، کبھی بنگال میں عزتیں پامال کی ہوں تو کبھی بلوچستان میں، کبھی انگریز کو بغداد فتح کر کے دیا ہو تو کبھی یہود کو فلسطین، کبھی خلافتِ عثمانیہ گرائی ہو تو کبھی افغانی امارت...

اسی ملک میں گزشتہ تقریباً دس سال کے دوران جو کچھ اس فوج کے ہاتھوں ہوا اور تا حال ہو رہا ہے یہ بالکل اسی تاریخ کو دہرانے کیلئے کافی ہے جس قوم کی کمان فوج کے ہاتھ میں ہو وہ ملک ترقی تو درکنار اپنے حال پر بھی نہیں رہ سکتی بلکہ تنزل میں ثانی نہیں رکھتی۔ تقسیم بنگال کے وقت ملکی کمان فوج کے ہاتھ میں تھی اب بھی فوجی قیادت پورے ملک پر قابض نظر آرہی ہے۔ غیر ملکی دورے، کسی بھی سانحے پر مذمتی بیان، کرکٹ، ہاکی ہو یا پھر فنکاروں کی تقریبات میں شرکت، یہ فوجی قیادت ہی کرتی ہے،ان تمام صورتحال کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس دہائی اور ستر کی دہائی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔ایسا لگتا ہے کہ پشتون اکثریت آبادی پاکستان سے الگ ہو کر سقوط ڈھاکہ دوم یعنی سقوط پختونستان واقع ہونے کو ہے۔۔۔ان شاءاللہ

اللہ ہمیں حق کو پہچاننے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق دے؛اور باطل کو پہچاننے اور اس سے بچنے کی توفیق دے، آمین!

قسط ۲:

پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے!

استاد احمد فاروق شہید رحمہ اللہ

جون ۲۰۱۴ء میں پاکستانی حکومت اور فوج نے 'ضربِ عضب' نامی فیصلہ کن آپریشن کا اعلان کیا تھا اور نفاذِ اسلام کا نام لینے والوں کو مٹانے کے لیے دشمن نے اپنی پوری قوت لگا دی... جس کی وجہ سے اسے بظاہر کچھ کامیابی بھی ملی۔ اس موقع پر بہت سے کمزور دل لوگ پریشان ہو گئے اور مجاہدین میں بھی مرجفین[1] نے ﴿وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا﴾[2] کے مثل یہ نعرہ لگایا کہ وقتی طور پر اس تحریک اور جہاد کو چھوڑ دیجیے اور مصالحت کر لیجیے۔

اس وقت استاد احمد فاروق شہیدؒ نے ایک مضمون تحریر فرمایا تھا جس میں آپؒ نے شرعی، ایمانی، عسکری، اخلاقی اور عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے۔ اس مضمون کے بنیادی مخاطبین خود مجاہدین ہی ہیں، تاہم یہ افادۂ عام سے خالی نہیں تھا اس لیے اسے عام نشر کیا جا رہا ہے، تاکہ مجاہدین تو ضرور اسے پڑھیں، پاکستان کے عوام بھی ضرور مطالعہ کریں اور اس راستے کی حقانیت کو اس شخص کی زبانی جانیں جس نے آخری دم تک مورچہ سنبھالے رکھا اور اپنی جان اسی مقصد کے لیے جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

(ادارہ)

پاکستان میں جہاد جاری رکھنے کی ایمانی وجوہات

آیئے اب پاکستان میں جہاد جاری رکھنے کی کچھ روحانی اور ایمانی وجوہات پر نگاہ ڈال لیں:

(۱) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ یہ نصرتِ الٰہی کے ان وعدوں پر ایمان کا تقاضا ہے جو رب نے ہم سے کر رکھے ہیں۔ پس کہیں اس رحیم رب نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ﴾ [غافر: ۵۱]

---

[1] ایسے لوگ جو باقی لوگوں میں پریشانیاں پھیلاتے ہیں، بالخصوص دشمن کی برتری اور اپنی کمتری بیان کر کے صفوں میں انتشار و اضطراب پیدا کرتے ہیں، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ﴿وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ﴾ (الاحزاب: ٦٠) کا ذکر ہے، یعنی مدینے کے وہ لوگ جنھوں نے غزوۂ خندق کے موقع پر ایسی باتیں پھیلائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کے شر سے مجاہدین کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

[2] ترجمہ: "اور جب ایک گروہ کہنے لگا کہ اے مدینہ والو! آج تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں، واپس پلٹ چلو"۔ (سورۃ الاحزاب: ۱۳)

[”ہم ضرور بالضرور اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کریں گے، اِس دنیوی زندگی میں بھی اور اُس دن بھی جب گواہ کھڑے کیے جائیں گے“۔]

اور کہیں فرمایا:

﴿وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ﴾[الصافات: ۱۷۳]

[”بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہنے والا ہے“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾[المائدۃ: ۵۶]

[”پس بے شک اللہ کا گروہ ہی غالب رہنے والا ہے“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[آل عمران: ۱۳۹]

[”اور تمھی لوگ غالب ہو گے اگر تم ایمان والے ہو“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾[فصلت: ۳۱]

[”ہم ہی اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست وکارساز ہیں“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿وَأُخْرَى تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ﴾[الصف: ۱۳]

[”اور ایک دوسری چیز جسے تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد (نصیب ہو گی) اور فتح (عن) قریب (ہو گی)“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ﴾[الأنفال: ۱۲]

[”ہم جلد کافروں کے دلوں میں رعب ڈالنے والے ہیں“۔]

اور کہیں فرمایا ہے:

﴿بَلَى إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ﴾ [آل عمران:۱۲۵]

[”ہاں اگر تم صبر کرو اور (اللہ سے) ڈرتے رہو اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں تو اللہ پانچ ہزار فرشتے جن پر نشان ہوں گے تمہاری مدد کو بھیجے گا“۔]

پس یہ اللہ کے وعدے ہیں اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ پورا کرنے والا کوئی نہیں۔ البتہ یہ وعدے ایمانِ راسخ، تقویٰ اور صبر کی صفات کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ پس جہاد جاری رکھا جائے اور ساتھ ہی خود میں یہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ اللہ کی خصوصی معیت اور تائید و نصرت ہم رکاب ہو سکے۔

(۲) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ ہمارے رب نے ہم سے صرف مدد و نصرت کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ کفار کی سب چالیں اور سب منصوبے ناکام بنانے کا بھی وعدہ کر رکھا ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۞ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [الفتح:۲۲،۲۳]

[”اور اگر تم سے کافر لڑتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر کسی کو نہ دوست پاتے اور نہ مددگار۔ (یہی) اللہ کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ﴾ [آل عمران:۱۱۱]

[”یہ تمہیں خفیف سی تکلیف کے سوا ہرگز کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اگر تم سے لڑیں گے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر اُن کو مدد بھی (کہیں سے) نہ ملے گی“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا﴾ [آل عمران:۱۲۰]

[”اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو تمہیں ان (کافروں) کی چالیں کوئی نقصان نہ دیں گی“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ﴾[الأنفال:۷]

[”اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم کریں اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دیں“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾[آل عمران:۱۲]

[”اے پیغمبر! کافروں سے کہہ دیجیے کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بُری جگہ ہے“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾[الأنفال:۳٦]

[”جو لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ (لوگوں) کو اللہ کے رستے سے روکیں سو ابھی اور خرچ کریں گے مگر آخر وہ (خرچ کرنا) اُن کیلئے (موجبِ) افسوس ہو گا اور وہ مغلوب ہو جائیں گے“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾[التوبۃ:۳۲]

[”یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں، اگرچہ کافروں کو بُرا ہی لگے“۔]

اور ارشاد ہے:

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ﴾[النحل:۲٦]

[”ان سے پہلے لوگوں نے بھی (ایسی ہی) مکاریاں کی تھیں۔ پھر ہوا یہ کہ (مکاریوں کی) جو عمارتیں انھوں نے تعمیر کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں بنیاد سے اکھاڑ پھینکا، پھر ان کے اوپر سے چھت بھی ان پر آ گری۔ اور ایسی جگہ سے ان پر عذاب آ واقع ہوا جہاں سے ان کو خیال بھی نہ تھا“۔]

البتہ یہ وعدے کتنے وقت میں اور بعینہ کس انداز میں پورے ہوں گے، اس کا علم ہمیں نہیں دیا گیا۔ اس لیے بندۂ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی بتائی ہوئی راہ پر جما رہے اور اس کے وعدوں کی سچائی پر یقینِ کامل رکھتے ہوئے وعدوں کے پورا ہونے کا انتظار کرے، یہ انتظار خود عبادت ہے۔ اور یہ حدیثِ قدسی بھی ذہن میں رکھے کہ ''وعزتي وجلالي لأنصرنك ولو بعد حين''۔ (میری عزت اور جلال کی قسم! میں ضرور تمہاری نصرت کروں گا، چاہے کچھ دیر بعد ہی سہی)۔

(۳) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے چاہے گزشتہ ۷ سالوں کے دوران ہم مجاہدین سے دورانِ جہاد غلطیاں اور کوتاہیاں بھی سرزد ہوئی ہوں ... اور جو یقیناً ہوئی ہیں... کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھیوں اور متبعین کا طریقہ یہی ہے کہ وہ جہاد کے دوران ہونے والی غلطیوں پر استغفار کر کے ان کی اصلاح کرتے ہیں لیکن غلطیوں کے ارتکاب کے سبب جہاد نہیں چھوڑتے بلکہ کفار پر فتح پانے اور دین کو غالب کرنے کے عزائم لے کر آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۞ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ [آل عمران: ۱۴۶، ۱۴۷]

[''اور کتنے سارے نبی ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے (اللہ کے دشمنوں کے خلاف) قتال کیا تو جو مصیبتیں اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں، اُن کے سبب نہ تو اُنھوں نے ہمت ہاری اور نہ بزدلی دکھائی، نہ (کافروں سے) دبے، اور اللہ تعالیٰ صبر واستقامت دکھانے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور (اس حالت میں) اُن کے منہ سے کوئی بات نکلتی تو یہی کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ اور کاموں کے دوران ہم سے جو کوتاہیاں ہوئیں، وہ معاف فرما، اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافروں پر فتح عنایت فرما!''۔]

پس غلطیوں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ جہادی سفر جاری رکھنا انبیائے کرام کے پیروکاروں اور اصحاب کا شیوہ ہے۔

(۴) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر دشمن کے لشکروں کی قوت کا خوف دل کو اس راہ سے ہلانا چاہے تو رب فرماتا ہے:

﴿أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [التوبۃ: ۱۳]

[''کیا تم (ان کافروں) سے ڈرتے ہو، حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے تم ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو''۔]

اور ربِ کریم یہ تسلی بھی دیتا ہے:

﴿إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾[آل عمران:۱۷۵]

[''یہ شیطان ہی ہے جو تمہیں اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، پس تم ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ ہی سے ڈرو، اگر تم ایمان والے ہو''۔]

اور رب یہ بھی بتاتا ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾[محمد:۱۳]

[''اور بہت سی بستیاں گزریں جو تمہاری اِس بستی سے قوت میں بہت زیادہ تھیں جس کے باشندوں نے تمہیں نکالا، (لیکن) ہم نے ان بستیوں کو تہس نہس کر دیا، پس ان کا کوئی مدد گار نہ ہوا''۔]

(۵) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر مالی تنگی اور وسائل کی قلت کا خدشہ جہاد جاری رکھنے میں حائل ہوتا ہے تو اللہ سورۃ التوبہ میں فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[التوبۃ:۲۸]

[''اور اگر تمہیں مالی تنگی کا خوف ہو تو اللہ چاہے تو جلد اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔ بلاشبہ اللہ علم والا اور حکمت والا ہے''۔]

نیز مجاہدین کے مالی وسائل کاٹنے کے لیے کفار و منافقین جو کوششیں کرتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّى يَنْفَضُّوا وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ﴾[المنافقون:۷]

[''یہ منافقین کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں، ان پر کچھ خرچ نہ کرو، تاکہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹ جائیں (دور ہو جائیں)۔ حالانکہ زمین و آسمان کے خزانے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، لیکن منافقین اس بات کا ادراک نہیں رکھتے''۔]

(۶) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر اپنی تعداد کی قلت کا غم اس جہاد کو جاری رکھنے میں رکاوٹ بنتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾[الأنفال:۶۶]

[”پس اگر تم میں ’سو‘ لوگ صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ باذن اللہ ’دو سو‘ پر غالب آئیں گے اور اگر ’ہزار‘ ہوں گے تو وہ ’دو ہزار‘ پر غالب آئیں گے“۔]

اور فرماتے ہیں:

﴿كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾[البقرۃ:۲۴۹]

[”بارہا ایسا ہوا کہ ایک ’چھوٹا گروہ‘ اللہ کے حکم سے ’بڑے لشکر‘ پر فتح یاب ہوا، اور اللہ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔]

اور فرماتے ہیں:

﴿لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ﴾[المائدۃ:۱۰۰]

[”ناپاک اور پاکیزہ چیزیں برابر نہیں ہوتیں، چاہے ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو“۔]

(۷) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر موت کا خوف عزائم کو کمزور کر رہا ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ﴾[آل عمران:۱۵۴]

[”اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تب بھی جن کا قتل ہونا مقدر میں لکھا جا چکا تھا، وہ خود باہر نکل کر اپنی اپنی قتل گاہوں تک پہنچ جاتے“۔]

اور اللہ یہ یقین بھی سینے میں اتارتے ہیں کہ موت تو بہر حال آنی ہے خواہ جتنا بھی بچنے کی کوشش کر لو:

﴿قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ﴾[الجمعۃ:۸]

[”اے نبی ﷺ! کہہ دیجیے کہ وہ موت جس سے تم لوگ فرار اختیار کرتے ہو، بلاشبہ وہ تمہیں آ کر رہے گی“۔]

اور پھر اللہ یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ جب موت آنی ہی ہے تو اللہ کی راہ میں موت جیسی افضل موت کی طرف کیوں نہ لپکا جائے:

﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾[آل عمران:۱۵۷]

[”اور اگر تم لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہو جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت اور رحمت اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں“۔]

(۸) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر اہل و عیال کی فکر جہاد سے توجہ ہٹانے کا باعث بن رہی ہے تو اللہ تعالیٰ خبردار کرتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾[المنافقون؛۹]

[''مومنو! دیکھنا کہیں تمہارا مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے، اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارا اٹھانے والے ہیں''۔]

اور اللہ تعالیٰ اہل و عیال کی فکر کے بہانے کی حقیقت بھی کھول دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

﴿يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا﴾[الأحزاب؛۱۳]

[''وہ منافقین کہنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، حالانکہ یہ کھلے نہیں ہیں بلکہ وہ تو (بہانہ کر کے جہاد سے) بھاگنا چاہتے ہیں''۔]

اور جہاد سے بھاگنے کے لیے منافقین جو بہانے بناتے ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾[الفتح؛۱۱]

[''اے نبی ﷺ! وہ اعرابی جو جہاد سے پیچھے بیٹھ رہے، ضرور آکر آپ سے بہانہ کریں گے کہ ہمیں ہمارے مالوں اور اہل و عیال نے روک لیا تھا، ہمارے لیے استغفار کیجیے۔ یہ لوگ زبان سے وہ (جھوٹی) باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں''۔]

پس مومن کا کام تو یہ ہے کہ دین اور جہاد کے غم کو اہل و عیال کی فکر پر مقدم رکھے۔

(۹) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر سفر کی طوالت اور منزل کا ہنوز دور نظر آنا قدم پھسلا رہا ہے تو اللہ اسے منافقین کی علامت قرار دیتے ہوئے فرما رہے ہیں:

﴿لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ﴾[التوبۃ؛۴۲]

[''اگر جلد وصول ہونے والا مال و اسباب ہوتا اور ہلکا سا سفر ہوتا تو ضرور آپ کے پیچھے چل دیتے، لیکن ان پر تو دوری مشکل پڑ گئی''۔]

اور اللہ اسے بھی منافقین کا طرزِ عمل قرار دیتے ہیں کہ وہ بس دنیا میں اچھے نتائج کے متلاشی ہوتے ہیں، دنیاوی نتائج مل جائیں تو خوش ہوتے ہیں اور وہ نہ ملیں تو راہ بدل لیتے ہیں:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ عَلَى حَرْفٍ فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْرٌ اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَى وَجْهِهِ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ﴾[الحج:۱۱]

[''اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو کنارے پر (کھڑا ہو کر) اللہ کی عبادت کرتا ہے، اگر اس کو کوئی (دنیاوی) فائدہ پہنچے تو اُس کے سبب مطمئن ہو جائے اور اگر کوئی آفت پڑے تو منہ کے بل لوٹ جائے (یعنی پھر کافر ہو جائے) اُس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی، یہی تو نقصانِ صریح ہے''۔]

(۱۰) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ اگر دربدریاں، نقل مکانیاں اور ہجرت کی تکالیف پریشانی کا باعث بن رہی ہیں تو اللہ جل شانہ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً﴾[النساء:۱۰۰]

[''اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کر جائے تو وہ زمین میں بہت سی جگہ اور وسعت پائے گا''۔]

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ 'مراغمًا كثيرًا' کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ ہجرت کی زندگی میں وہ سامان اور اسباب فراہم کر دیں گے جن کی مدد سے ان لوگوں کی ناک خاک میں رگڑی جاسکے جنھوں نے مومنین کو ان کی زمین سے بے دخل کر کے ہجرت پر مجبور کیا تھا،(ما يرغم به أنوف الأعداء)۔ اسی طرح ہجرت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ آخرت کے اجر و ثواب کے وعدے سے قبل یہ وعدہ کرتے ہیں کہ

﴿وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾[النحل:۴۱]

[''اور جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کی راہ میں ہجرت کی تو ہم ضرور انھیں دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے''۔]

اور اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کی زبان سے وہ میٹھے تسلی کے بول بھی ہمیں سناتے ہیں جو آپ نے اپنی قوم کی دربدری کے بعد اسے مخاطب کر کے فرمائے:

﴿قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

[الأعراف:۱۲۸]

[''موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اللہ سے مدد طلب کرو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ ہی کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، اور انجامِ کار تو متقیوں کے لیے ہے''۔]

(۱۱) پاکستان میں جہاد جاری رہنا چاہیے کیونکہ یہ درست منہج اور حق راستہ ہے۔ اس پر چلنے اور چلتے رہنے میں قطعی کوئی خسارہ نہیں بلکہ یہ اجر و ثواب سے پُر اور فضائل سے بھرپور کامیابی کی راہ ہے۔ اللہ پاک نے اس جہاد کو کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے تاکہ ہم اخروی فلاح پا سکیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[المائدۃ:۳۵]

[''اور اس (اللہ) کے راستے میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح و کامیابی پاؤ''۔]

اور اللہ تعالیٰ نے اس راہ پر چلنے والوں کی شان میں کہا ہے:

﴿وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۞ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ۞ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ﴾[التوبۃ:۲۰۔۲۲]

[''یہی لوگ تو مراد پانے والے ہیں۔ ان کا پروردگار انھیں اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے نعمت ہائے جاودانی ہے۔ وہ ان جنتوں میں ابد الآباد رہیں گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا اجر (تیار) ہے''۔]

اور اللہ نے اس راہ میں مرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ﴾[محمد:۴]

[''اور جو لوگ اللہ کے راستے میں مارے گئے، اللہ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا''۔]

اور فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ﴾[البقرۃ:۱۵۴]

[''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، تم لوگ انھیں مردہ مت کہو، وہ تو زندہ ہیں جبکہ تمہیں اس کا شعور نہیں''۔]

اور اس راہ میں ہجرت کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [النحل:۱۱۰]

[”پھر جن لوگوں نے ایذائیں اٹھانے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے تو تمہارا پروردگار ان کو بیشک ان (آزمائشوں) کے بعد بخشنے والا (اور ان پر) رحمت کرنے والا ہے“۔]

اور اس راہ کی بھوک، پیاس، تھکن اور اس میں اٹھنے والے ہر ہر قدم کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾[التوبة:۱۲۰]

[”یہ اس لیے ہے کہ انھیں اللہ کی راہ میں جو تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی یا تھکن کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی چیز لیتے ہیں تو ہر بات پر اُن کیلئے نیک عمل لکھا جاتا ہے، کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا“۔]

اور اس راہ میں خرچ ہونے والے مال کے بارے میں فرمایا:

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾[الأنفال:۶۰]

[”اور تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا“۔]

اور اس راہ میں آنے والی تمام تکالیف، لگنے والے سب زخموں اور برداشت کی جانے والی سب اذیتوں کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾[آل عمران:۱۹۵]

[”پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے راستے میں ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں اُن کے گناہ دُور کردوں گا اور اُن کو جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلا ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلا ہے“۔]

پس افراط و تفریط سے بچتے ہوئے، ہر گمراہی سے دامن بچاتے ہوئے، شرعی احکام وآداب کے مطابق [جہاد] کرتے رہنا بذاتِ خود کامیابی ہے… خود مطلوب و مقصود ہے… چاہے اس پر کوئی محسوس دنیاوی فتوحات نہ بھی حاصل ہو رہی ہوں۔ پس ہر مجاہد بھائی کو یہ اصل سبب نہیں بھولنا چاہیے جو اس کو پہلی بار اس راہ پر نکال کر لایا تھا، یعنی اس کی اپنی ذاتی اخروی کامیابی اور ایمانی ترقی۔ اللہ رب العزت یہی مقصدِ حقیقی یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ﴾[العنکبوت:۶]

[”اور جس نے بھی جہاد کیا تو اس نے اپنی ذات (کی نجات) کے لیے جہاد کیا، بے شک اللہ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے“۔]

اور اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ﴾[البقرۃ:۲۷۲]

[”اور (مومنو) تم جو مال خرچ کرو گے تو اُس کا فائدہ تمہیں کو ہے“۔]

پس ان تمام ایمانی اسباب کی بناء پر جہادِ پاکستان جاری رہنا چاہیے۔

(جاری ہے)

’عقیدۂ موالات‘ جس کی اسلام میں بڑی اہمیت ہے، شریعت اس پر سختی سے کاربند ہونے اور ’حب فی اللہ و بغض فی اللہ‘ کے رنگ میں رنگنے کا تقاضہ کرتی ہے۔ قرآن و حدیث نے اس مسئلے کو صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ایک مومن کے لیے جس طرح اللہ، اس کے رسول، دینِ اسلام پر ایمان لانا اور اس سے محبت کا اظہار ضروری ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں، ادیانِ باطلہ اور جملہ طواغیت سے انکار اور اس سے نفرت کا اظہار بھی جزوِ ایمان ہے۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

(سیرتِ مصطفی ﷺ ج ا ص ۱۷۰)

کفار کے ساتھ تعلقات کی شرعی حیثیت

فتویٰ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے انیسویں صدی کے آغاز میں جہاد کی تحریک کو منظم کیا اور دس برس تک خونِ جگر سے اس کی آبیاری فرمائی لیکن دنیاوی طور پر وہ تحریک بظاہر کامیاب نہ ہو سکی اور نتیجتاً حضرت شیخ الہند اُس وقت کے ''گوانتانامو'' مالٹا کے جزیرے میں انگریز کی قید میں چار سال تک رہے اور بے پناہ تشدد کو برداشت کرتے رہے۔ اسی عالمِ باعمل نے ''الولا والبراء'' کے اہم موضوع پر جو کچھ کہا اور لکھا اُس میں سے چند قیمتی موتی پیشِ خدمت ہیں۔ ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی،

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

نہایت ضروری ہے کہ ایک مسلم صادق تمام گردوپیش کے خیالات سے علیحدہ ہو کر اپنے ایمان کی قدر و قیمت اور شعائر الٰہیہ کی عظمت اور مقاماتِ مقدسہ کے تقدس و احترام کو اچھی طرح دل نشین کرے۔ اور دروس ماضیہ کے ساتھ واقعات حاضرہ پر ایک گہری نظر ڈالے تو اسے معلوم ہو گا کہ آج مسلمانوں کے سب بڑی متاعِ گراں مایہ (جس کا تحفظ ہر ایمان رکھنے والے کا اولین فرض ہے) کس طرح لوٹی جارہی ہے۔ اور کن کن بدعہدوں اور شرمناک عیاروں اور روباہ بازیوں سے جزیرۃ العرب کے متعلق پیغمبر اسلام ﷺ (فداابی وامی) کی سب سے اہم وصیت کا مقابلہ کیا جارہا ہے۔

اعداء اللہ نے اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ عراق، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا پھر کفار کی حریصانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے۔ پیراہن خلاف کی دھجیاں اڑادی گئیں۔ خلیفۃ المسلمین جس کی ہستی سے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کی ہستیوں کا شیرازہ بندھتا تھا اور جو بحثیت ظِلُّ اللہ فی الارض ہونے کے آسمانی قانون کے رائج کرنے والا اور مسلمانوں کے حقوق و مصالح کا محافظ اور شعائر اللہ کی صیانت کا ضامن اور کلمۃ اللہ کی رفعت و سربلندی کا کفیل تھا وہ بھی بے شمار دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہو چکا۔

صبت علی مصائب لوانها
صبت علی الایام صرن لیالیا

رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا (خاکم بدہن) سرنگوں ہوا جارہا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص، خالد بن ولید اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم کی روحیں اپنی خواب گاہوں میں بے چین ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ اس لیے کہ مسلمانوں میں سے غیرت و حمیت مفقود ہورہی ہے۔ جو جرات اور دینی حرات ان کی میراث تھی وہ انہوں نے غفلت اور تعیش کے نشہ میں دوسروں کے حوالے کردی ہے۔

یہی نہیں کہ اس کی مصیبت کے وقت ایک مسلمان نے مسلمان کی مدد نہیں کہ۔ بلکہ قیامت تو یہ ہے کہ کفار کی موالات و اعانت اور وفاداری کے شوق میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کی گردن کاٹی۔ بھائی نے بھائی کا خون پیا اور دشمنوں کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے اپنے ہاتھ اپنے ہی خون میں رنگے۔

اے فرزندان اسلام! اور اے محبانِ ملت:

آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہے کہ جس برق مسلم سوز نے ان بلادِ اسلامیہ کے خرمن آزادی کو جلایا اور خلافتِ اسلامیہ کے قصر کو آگ لگائی۔ اس کا اصلی ہیولا عربوں اور ہندوستانیوں کے خونِ گرم سے تیار ہوا تھا اور جس دولت سے نصاریٰ ان ممالک مقدسہ میں کامیاب ہوئے اس کا بہت بڑا حصہ بھی تمہارے دست و بازو سے کمایا ہوا تھا۔

پس کیا اب بھی کوئی ایسا پلید اور غبی مسلمان پایا جاتا ہے جس کو نصاریٰ کے موالات و مناصرت کے نتائج کے قطعیہ معلوم نہ ہوئے ہوں اور ایسی تشویش ناک حالت میں جبکہ ڈوبتا ہوا آدمی ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے وہ اس فکر میں ہو کہ کوئی صورت موالات کے جواز نکالے۔

اے میرے عزیزو!

یہ وقت استحباب اور فرضیت کی بحث کا نہیں بلکہ غیرتِ اسلامی اور حمیت دینی سے کام لینے کا ہے۔ کہیں علماءِ زمانہ کا چھوٹا بڑا اختلاف تمہاری ہمتوں کو پست اور تمہارے ولولوں کو پژمردہ نہ کردے۔ میں تم سے محض اس قدر درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے دشمنوں کے بازوؤں کو قوی مت بناؤ اور حق تعالیٰ شانہ کے ان ارشادات پر نہایت مستعدی اور جواں مردی اور اخلاصِ نیت سے عمل کرو۔

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلْيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ أَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ [المائدة: 51]

«اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا بیشک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا»

﴿لَّا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَن تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ ۗ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ﴾ [آل عمران: 28]

«مؤمنوں کو چاہئے کہ مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اس سے خدا کا کچھ (عہد) نہیں ہاں اگر اس طریق سے تم ان (کے شر) سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو (تو مضائقہ نہیں) اور خدا تم کو اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف (تم کو) لوٹ کر جانا ہے»

﴿الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾ [النساء: 139]

«جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ ان کے ہاں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو عزت تو سب خدا ہی کی ہے»

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [المائدة: 57]

«اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور کافروں کو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے دوست نہ بناؤ اور مومن ہو تو خدا سے ڈرتے رہو»

﴿تَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَٰكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾ [المائدة: 80، 81]

«تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ خدا ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر ﷺ پر اور جو کتاب ان پر نازل ہوئی تھی اس پر یقین رکھتے تو ان لوگوں کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر بدکردار ہیں»

﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ [المجادلة: 22]

«جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے۔ (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے»

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمۡ أَوۡلِيَآءَ تُلۡقُونَ إِلَيۡهِم بِٱلۡمَوَدَّةِ وَقَدۡ كَفَرُواْ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلۡحَقِّ﴾ [الممتحنة: 1]

«اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔»

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ جن کا استیعاب مقصود نہیں۔ مگر اس قدر واضح رہے کہ اولیاء کا ترجمہ جو ہم نے دوست اور مددگار سے کیا ہے اس کا ماخذ امام ابن جریر طبری اور حافظ عمادالدین ابن کثیر اور امام فخر الدین رازی وغیرہم اکابر مفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہماری غرض صرف اس قدر ہے کہ ترک موالات کے تحت میں جیسا کہ ان کی مدد کرنا داخل ہے اسی طرح ان سے امداد لینا بھی ہے۔ لہٰذا مدارس میں جو امداد گورنمنٹ سے لی جاتی ہے اور جو وظائف طلبہ وغیرہم کو ملتے ہیں وہ سب قابل ترک ہیں۔ اور اس ترک موالات میں طلبہ اپنے والدین کی اجازت کے محتاج نہیں ہیں بلکہ ان کا حق ہے کہ وہ ادب اور تہذیب کے ساتھ اپنے والدین کو بھی ترک موالات پر مستعد بنائیں۔ اس وقت یہ خلجان بعض طلبہ کو پیش آرہا ہے کہ جو عہد نبوت میں بھی بعض مومنین کو پیش آیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کفار سے بالکل علیحدگی اور قطع تعلق کس طرح ہو سکتا ہے اگر ہم ایسا کریں گے تو اپنے ماں باپ اور اپنے بھائیوں اور اپنے خویش و اقارب سب سے چھوٹ جائیں گے ہماری تجارتیں تباہ ہو جائیں گی، ہمارے اموال ضائع ہو جائیں گے اور ہماری بستیاں اجڑ جائیں گی۔ اس کا جواب حق تعالیٰ نے یہ عنایت فرمایا۔

﴿قُلۡ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمۡ وَأَبۡنَآؤُكُمۡ وَإِخۡوَٰنُكُمۡ وَأَزۡوَٰجُكُمۡ وَعَشِيرَتُكُمۡ وَأَمۡوَٰلٌ ٱقۡتَرَفۡتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٞ تَخۡشَوۡنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرۡضَوۡنَهَآ أَحَبَّ إِلَيۡكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٖ فِي سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّىٰ يَأۡتِيَ ٱللَّهُ بِأَمۡرِهِۦۗ وَٱللَّهُ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡفَٰسِقِينَ﴾ [التوبة: 24]

«کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس

کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول ﷺ سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا»

کبھی دل میں یہ وسوسہ گزرتا ہے کہ خدانخواستہ اگر یہ تحریکات جو ملک میں پھیل رہی ہیں، ناکام ہوئیں اور گورنمنٹ اپنی ضد پر اڑی رہی تو ہم کو سخت ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اس طرح کے خیالات اس زمانہ میں بھی پیش کئے گئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ

يَقُولُونَ نَخْشَىٰٓ أَن تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ۚ

(یعنی منافقین کہتے ہیں کہ ہمارے دوستانہ تعلقات یہود کے ساتھ اس لیے ہیں کہ زمانہ کی گردش سے کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے ارادے ناکام ہوں اور یہود غالب آ جائیں تو اس وقت ہمارے لیے بڑی مصیبت کا سامنا ہو گا)

اس کے جواب میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا؛

﴿فَعَسَى ٱللَّهُ أَن يَأْتِيَ بِٱلْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِندِهِۦ فَيُصْبِحُوا۟ عَلَىٰ مَآ أَسَرُّوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ نَٰدِمِينَ﴾ [المائدة: 52]

«تو قریب ہے کہ خدا فتح بھیجے یا اپنے ہاں سے کوئی اور امر (نازل فرمائے) پھر یہ اپنے دل کی باتوں پر جو چھپایا کرتے تھے پشیمان ہو کر رہ جائیں گے»

پس اے عزیز بھائیو!

تم اللہ پر بھروسہ کر کے اور اسی کی رسی کو مضبوط تھام کر اپنے عزم پر قائم رہو اور موالات نصاریٰ کو ترک کرو اور اپنی استطاعت کے موافق جو خدمت گزاری اسلام اور اہل اسلام کی کر سکتے ہو، اس سے درگزر کرو کہ اب وقت درگزر کا نہیں۔

اب میری التجا ہے کہ آپ سب حضرات بارگاہ رب العزت میں نہایت صدق دل سے دعا کریں کہ وہ ہماری قوم کو رسوا نہ کرے اور ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنائے اور ہمارے اچھے کاموں میں ہماری مدد فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین و صلی اللہ علی خیر خلقه محمد ر اله و مصحبه اجمعین

آپ کا خیر اندیش

بندہ محمود عفی عنہ

۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ بمطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء

(مدرسۃ العلوم کے طلبہ کے استفسار کے جواب میں، صفر ۱۳۳۰ھ)

قسط ۲:

پاکستان میں نفاذ شریعت... مسائل اور حل؟

قاری عبد الہادی

پاکستان میں نفاذِ شریعت اور اس کے راستے کی رکاوٹ پاکستانی حکمران اور اس کی فوج پر علمائے کرام قلم اٹھانے کے ساتھ ساتھ نفاذِ شریعت کی حتی الوسع جدوجہد بھی کرتے رہے اور ہر دور میں ان تحریکات کی حوصلہ افزائی اور پشت پناہی بھی فرمائی جو ماضی میں وقتاً فوقتاً شریعت کا علم بلند کرنے کے لیے اٹھیں۔ آج چونکہ رفتہ رفتہ حکومتی جبر بڑھ رہا ہے علمائے کرام اور دین دار عوام کے خلاف دائرہ روز بروز تنگ ہوتا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ ان طاغوتی اداروں کی یہ کوشش بھی جاری ہے کہ کسی طرح ان علماء کو اپنے قریب کر کے ان تحریکات سے بد ظن کیا جائے اور یہ لوگ اس امر کا بھی بخوبی ادراک رکھتے ہیں کہ اگر ان علمائے ربانین نے ان تحریکات کی پشت پناہی سے ہاتھ نہ کھینچا تو پھر جس نظام کی یہ بات کرتے ہیں اس کا روکنا محال ہو گا۔ لہٰذا علمائے ربانیین جو اس امت کے حقیقی قائدین اور غم گسار ہیں ان کے سامنے اپنی فقہ الواقع مستحضر کرنے کی غرض سے یہ تحریر ترتیب دی گئی ہے جو حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ان فرمودات پر مشتمل ہے جن کے ذریعہ انھوں نے وقتاً فوقتاً حاکمِ وقت کو للکارا۔ فی الحقیقت یہ کاوش ان تحریکات کی ترجمان اور علماء تک اپنی فریاد اور موقف پہنچانے کا ایک وسیلہ ہے کہ ہم وہی کچھ چاہتے ہیں جو ہمارے اکابر چاہتے آرہے ہیں۔ یعنی آزاد پاکستان نفاذِ شریعت اور بس۔۔

پاکستان میں نفاذِ شریعت کی راہ میں حائل رکاوٹیں اور نفاذ شریعت کیلئے درست طریقہ کار

تشخیصِ احوال

- **پاکستان کا آئین و قانون غیر اسلامی، کفری اور طاغوتی ہے**

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے پاکستان میں نافذ موجودہ قانون کا اجمالاً تاریخی پس منظر اور تعارف پیش کیا ہے کہ یہ کافرانہ قانون ہم پر اُس وقت سے مسلط ہے جب سے انگریزوں نے اسلامی قوانین کو معطل کر کے اپنے قوانین مقرر کیے، چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

> ”انگریزوں کی آمد سے صدیوں پہلے ہندوستان میں اسلامی نظام نافذ تھا اور اس کی جڑیں اس قدر مضبوط تھیں کہ انگریزوں کو اپنے تمام جابرانہ اختیارات کے باوجود ایک صدی تک اس نظام سے مصالحت کرنی پڑی، ڈبلیو ڈبلیو

ہنٹر کے بقول:

”حتی کہ ۱۸۶۴ء میں ہم نے ایک دلیرانہ قدم اٹھایا یعنی مجلس قوانین ساز کے ایکٹ کے ذریعے ہم نے تمام مسلمان قاضیوں کو برطرف کر دیا“۔(ہمارے ہندوستانی مسلمان:صفحہ:۱۹۵)

۱۸۶۴ء وہ منحوس سال تھا جس میں اسلامی قانون کو معطل اور مسلمان قاضیوں کو برطرف کرکے اس کی جگہ انگریزی قانون، انگریزی عدالتوں اور ججوں کا نظام مسلط کیا گیا، عدالتی زبان (جو اس وقت فارسی تھی) کو بدل کر اس کی جگہ انگریزی زبان کو عدالتی زبان بنایا گیا، مگر ہندوستانی معاشرے میں اس وقت اسلام کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ یہ منحوس تبدیلی اس وقت کے مسلمانوں کے لیے ناقابلِ برداشت تھی، اس لیے ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کو اعتراف کرنا پڑا: ”میرے خیال میں یہ قدم بڑا غیر دانشمندانہ تھا“۔

۱۸۶۴ء سے لے کر آج تک اسلامی قانون کی جگہ انگریزی قانون نافذ ہے۔ عدالت کی زبان عربی، فارسی یا اردو کے بجائے انگریزی ہے اور مسلمان قاضی اب تک عدالت سے برطرف ہیں اس سے خود ہی قیاس کر لیجئے کہ ہم نے ۳۲ سال[3] میں اسلام کی خدمت کی یا انگریز اور انگریزیت کی؟ اور یہ بھی واضح ہے کہ عدالتوں کا سارا نظام اب تک جوں کا توں موجود ہے، تو اسلامی نظام کے نفاذ کی کیا کوششیں ہوئیں ہیں؟ اور اس سے کس نتیجے کی توقع کی جاسکتی ہے“؟[4]

یعنی علمائے کرام نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کیا کوششیں کی ہیں؟ انہیں چاہیے کہ وہ پاکستان میں نفاذ اسلام کے مسئلے کو سنجیدگی سے لیں، اسے اپنی مسئولیت سمجھیں، عوام کی درست رہنمائی کرکے امت مسلمہ کی قیادت سنبھالیں۔ آگے حضرت مرض کی درست نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عرصے کی غلامی نے انہیں نفاذ شریعت جیسی نعمت عظمٰی سے محروم کر دیا ہے۔

”بدقسمتی سے ایک طویل عرصے کی غلامی نے مسلمانوں کو اس نعمت عظمٰی کی قدردانی سے محروم کر دیا اور وہ اپنے نبیٔ برحق ﷺ کی دعوت پر لبیک کہنے کی بجائے اپنے سفید آقاؤں کے اوضاع واطوار اور طرز زندگی اپنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں، افسوس بالائے افسوس کہ ہمیں آزاد ہوئے تہائی صدی بیت گئی لیکن ہم آج تک سفید آقاؤں کی غلامی سے آزاد نہیں ہو پائے، ہماری سرکاری زبان آج بھی وہی ہے جو دور غلامی میں تھی، ہمارا دفتری لباس وہی ہے جو دور غلامی میں تھا، ہماری

---

[3] یعنی اُس وقت پاکستان کو آزاد ہوئے ۳۲ سال ہو چکے تھے۔

[4] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۲۶

شکل و ضع وہی ہے جو سفید آقاؤں کو محبوب و پسند ہے، ہمارا تعلیمی انتظامی، عدالتی، تجارتی، سیاسی معاشی نظام آج ٹھیک وہی جو خدا اور رسول ﷺ نے نہیں بلکہ بے خدا اور ملعون قوموں نے دور غلامی میں ہمارے لیے وضع کیا تھا، یہ امت مسلمہ کی وہ گراوٹ ہے جس کے تصور سے بھی شرم آتی ہے۔

ہمیں اس نظام میں تبدیلی کا اگر کبھی خیال بھی آیا تو ہم نے اس کے لیے خدا اور سول ﷺ کے احکام کو اس طرح مسخ کیا کہ دین کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا، ہمارے ملک میں نافذ شدہ عائلی قوانین اس کی نمایاں مثال ہے، جن میں قرآن کریم اور ارشادات نبوت میں صاف اور صریح تحریف کر کے اسے ایک اسلامی مملکت میں مسلمانوں پر مسلط کیا گیا ہے، علمائے امت کے شدید احتجاج کے باوجود ایوبی دور سے لیکر آج تک اسے واپس نہیں لیا گیا، حکومتوں پر حکومتیں بدلیں لیکن وہ سیاہ قانون اس بد قسمت قوم کے لیے تقدیر مبرم اور صحیفہ آسمانی بنا رہا، جس میں گویا کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے"۔[5]

- **پاکستان میں رائج عائلی قوانین کفریہ ہیں**

"ہماری عدالتوں میں آج بھی اللہ تعالیٰ کے قانون کی جگہ انگریز کا فرسودہ قانون رائج ہے، ہمارے بازاروں اور منڈیوں میں لین دین کا سارا نظام اسلامی نظام کے برعکس چل رہا ہے، آج بھی معیشت کے تمام شعبوں پر اسلامی قانون کے بجائے یہودیوں کا سودی نظام مسلط ہے، چوری، قتل اغواء کی وارداتوں میں آج بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، فحاشی، عریانی اور مردوزن کے اختلاط کا سیلاب آج بھی قوم کی اخلاقی دیواروں سے ٹکرا رہا ہے، بے حیائی کے مناظر آج بھی دیدہ و دل کو آوارگی اور انارکی کا درس دے رہیں ہیں، پاکستان کے قانون میں کوئی کسی کو خدا بنائے رسول بنائے سب جائز ہیں"۔[6]

پاکستان میں نافذ عائلی قوانین سے متعلق لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ یہ غیر اسلامی اور کفریہ ہے:

"کون نہیں جانتا کہ جنرل ایوب کے زمانے میں چند ملاحدہ نے مسلمانوں کے عائلی قانون کا حلیہ بگاڑا تھا اور اسے مارشل لاء کے زیر سایہ مسلمانوں پر زبردستی مسلط کر دیا تھا۔ ایوب خان کے بعد آج تک یہ سیاہ قانون مسلمانوں پر مسلط ہے، موجودہ حکومت ایک طرف تمام قوانین کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے عزم کا اعلان کرتی ہے، لیکن دوسری طرف ایوب خان کے نافذ کردہ ان بدترین قوانین کو وحی آسمانی کا درجہ دے کر انہیں شریعت بینچوں کا دائرہ اختیار سے خارج کیا جارہا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کا عائلی قانون اسلامی شریعت کا حصہ نہیں؟ کیا مسلمانوں کا نکاح و طلاق، نفقہ و وراثت اسلام کے دائرے

---

[5] ارباب اقتدار سے کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۴۱

[6] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۲ صفحہ ۹۰

سے خارج ہیں؟ اگر اسلام نے مسلمانوں کے نکاح و طلاق اور دیگر شخصی امور کے لیے بھی کچھ قوانین مقرر کیے ہیں تو آپ اپنے رائج الوقت قوانین کو اسلامی قانون کے مطابق ڈھالنے سے کیوں گریز کرتے ہیں"۔[7]

مسلمانوں نے اپنے عائلی قوانین میں کبھی بھی ان کفریہ عدالتوں پر اعتماد و انحصار نہیں کیا،

"نکاح و طلاق وصیت و وقف وغیرہ وہ امور ہیں جن پر دور غلامی میں بھی مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا رہے اور ان قوانین کی جو دفعات اسلام کے خلاف تھیں ان میں مسلمانوں نے کبھی عدالتوں پر انحصار نہیں کیا، پھر جب ایوب خان کے زمانے میں "مسلمانوں کا عائلی قانون" نافذ ہوا، تب بھی مسلمانوں کا عملدرآمد اہل علم کے فتویٰ پر رہا نہ کہ عدالتی کارروائی پر"۔[8]

یہ عدالتیں مسلمانوں کی نظر میں غیر شرعی اور کفریہ ہیں ان پر کسی دور میں مسلمانوں نے اعتماد نہیں کیا اور نہ یہ عدالتیں مسلمانوں کے تمام مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

- **پاکستان کا قانون آدھا تیتر آدھا بٹیر**

پاکستان کے قانون میں کچھ چیزیں اگر اسلامی بھی ہیں تو وہ صرف اس لیے کہ ان کفریہ قوانین سے متصادم نہیں بالفاظ دیگر انکی اس کفریہ شریعت میں کسی قدر گنجائش ہے اور اس خطہ و علاقہ کی بعض ضروریات کو مد نظر رکھ کر شامل کر لیے گئے ہیں، جنھیں لدھیانوی شہیدؒ آدھا تیتر آدھا بٹیر سے تشبیہ دے رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

"اور یہ صورت حال اس وقت اور بھی پیچیدہ ہو کر رہ جاتی ہے جب اسلامی قانون رائج الوقت قانون سے ادغام کر دیا جائے اور "آدھا تیتر آدھا بٹیر" کی شکل سامنے آئے اور اس سے نہ صرف یہ کہ اسلامی قانون کے نفاذ کے امکانات بھی دھندلا جائیں گے، بلکہ اندیشہ اس بات کا ہے کہ اسلامی قانون کی اصل شکل و صورت بھی مسخ ہو کر رہ جائے گی"۔[9]

آج ہمارے سادہ لوح مسلمان ان عدالتوں میں چند اسلامی باتیں دیکھ کر ان قوانین کو اسلامی تصور کر رہے ہیں اور اس کا لازمی نتیجہ وہی نکلتا ہے جن کا لدھیانوی شہیدؒ رونا رو رہے ہیں یعنی اسلامی قانون کی اصل صورت مسخ ہو جانا اور نفاذ شریعت کے لیے امکانات دھندلا جانا۔

---

[7] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۷۱

[8] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۱ صفحہ ۹۶

[9] ارباب و اقتدار سے کھریہ کھری باتیں جلد ۱ صفحہ ۸۹

- **انگریز دور کی تعزیرات جوں کی توں نافذ ہیں**

انگریزوں نے جب مسلمانوں سے اسلامی تعزیرات ختم کر دیے اور اس کی جگہ اپنی وضعی تعزیرات مسلط کر دیے تھے جو پاکستان آزاد ہونے کے بعد بھی ان حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں پر بدستور نافذ رہے اور آج تک قائم ہیں ان کے بارے میں لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

"یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ تقسیم سے پہلے انگریز کا بنایا ہوا لادین قانون جو "تعزیرات ہند" کے نام سے نافذ تھا، قیام پاکستان کے بعد اس کو "تعزیرات پاکستان" کے نام سے مسلمانوں پر مسلط کر دیا"۔[10]

- **پاکستان کی عدالتیں ظلم کی تربیت گاہیں**

"پاکستان میں مظلوموں کی مدد کے بجائے ظالموں کی سرپرستی کی جاتی ہے، یہاں عدالتیں انصاف کی نہیں، ظلم کی تربیت گاہ ہیں، یہاں ظلم و ستم سستا اور انصاف مہنگا ہے ان جگہوں میں انسانیت و شرافت کا قتل ہوتا ہے، عدل و انصاف کی کرسی پر بیٹھنے والے یہ مہذب لٹیرے قانون اور دستور کی دھجیاں اڑا رہے ہیں، انہیں مظلوموں کی اشک شوئی سے زیادہ اپنی تجوریوں کا خیال ہے، انہیں یتیموں اور بیواؤں سے زیادہ قاتلوں کی اولاد سے تعلق خاطر ہے"۔[11]

ان عدالتوں کی دیگر خامیاں

- **پیچیدہ طریق کار**

موجودہ عدالتوں کا طریق کار انتہائی پیچیدہ ہے اولاً تو وہ کسی مسلمان کو سمجھ میں نہیں آتا پورے پاکستان میں دو فیصد وکلاء کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اگر بالفرض سمجھ میں آ بھی جائے تو اس کا طریقہ کار تھکا دینے والا ہے، ایک ایک کیس سالوں پر محیط ہوتا ہے حتیٰ کہ ۳۰، ۲۰ سالوں تک کیس چلتے ہیں اس کے مدمقابل اسلام کا عدالتی نظام انتہائی سہل آرام دہ اور مبنی بر انصاف ہوتا ہے، جس کی طرف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

"اسلامی قانون میں ایک بڑی رکاوٹ ہماری عدالتوں کا پیچیدہ طریقہ کار ہے جس کی وجہ سے انصاف نہ صرف قیمتاً حاصل کرنا پڑتا ہے، بلکہ اس کے حصول کے لیے عمرِ نوح اور صبر ایوب درکار ہے، اس کے برعکس اسلام کا طریقۂ عدالت یکسر سادہ

---

[10] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۶۶

[11] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۱ صفحہ ۳۰۵

اور فوری حصولِ انصاف کا علمبر دار ہو تا ہے"۔[12]

- **عدالتوں کی زبان انگریزی**

فرماتے ہیں:

"جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ برٹش انڈیا میں اسلامی قانون کی جگہ انگریزی قانون نے لے لی تو اسی کے ساتھ عدالت کی زبان بھی انگریزی قرار پائی، ہندوستان میں ایک فیصد افراد بھی ایسے نہیں تھے جو اس اجنبی اور جناتی زبان کو سمجھیں، مقدمہ کے فریقین کو اول سے آخر تک کچھ پتہ نہیں ہو تا تھا کہ ان کے مقدمہ پر کیا بحث ہو رہی ہے، مگر انگریز صاحب بہادر کی شان کا تقاضہ تھا کہ انگریزی قانون اس کی نانی اماں (انگریزی زبان) ہی میں پرورش پائے، یہ ہندوستانیوں کے ساتھ ایسی دھاندلی تھی ۔اس کا نمونہ مہذب یورپ کے سوا کوئی دوسرا پیش نہیں کر سکتا، آزادی کے بعد لازم تھا کہ اس "جناتی زبان" سے قوم کو نجات دلائی جاتی اور اس کی جگہ ہماری مذہبی یا قومی زبان لائی جاتی لیکن افسوس! کہ بد قسمتی سے وہ آج بھی قوم کے گلے کا ہار ہے"۔[13]

- **فریقین کو اپیل در اپیل کے چکر میں الجھانا**

ان انگریزی عدالتوں کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ ان میں کیس دائر کرنے والوں کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے، بجائے اس کے کہ ان کو انصاف دلا کر حوصلہ افزائی کی جائے پوری زندگی کے لیے اپیل در اپیل میں الجھا دیا جاتا ہے، چنانچہ لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

"موجودہ عدالتی طریقہ کار کی اصلاح ہونی چاہیے ورنہ اپیل در اپیل کے چکر میں یہ بھی ممکن ہے کہ جن لوگوں کا جرم ثابت ہو چکا ہے وہ نفاذ حد سے پہلے ہی اپنی عمر طبعی پوری کر لیں"۔[14]

- **ان عدالتوں میں انصاف قیمتاً ملتا ہے**

"سب سے پہلے ہماری عدلیہ کے موجودہ نظام کو بدلنا ضروری ہے، یہ نظام اتنا طویل پیچیدہ اور تھکا دینے والا ہے جس سے حصول انصاف میں غیر ضروری تاخیر ہو جاتی ہے اور پھر اتنا گراں بار ہے کہ عام آدمی اس کے مصارف برداشت کرنے کی

---

[12] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ا صفحہ ۹۱

[13] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ا صفحہ ۹۰

[14] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ا صفحہ ۹۷

سکت نہیں رکھتا، چنانچہ حصول انصاف کے لیے ہماری عدلیہ کا دروازہ وہی لوگ کھٹکھٹا سکتے ہیں جو ضروریات زندگی سے فاضل سرمایہ رکھتے ہوں۔ اس نظام کی بدولت ایک عام آدمی نہ عدالت کا رخ کر سکتا ہے اور نہ حصول انصاف میں کامیابی ہوتی ہے "۔[15]

- **عدلیہ و انتظامیہ میں گڈ مڈ**

"عدلیہ و انتظامیہ میں گڈ مڈ ہے، انتظامیہ کا نمائندہ خود ہی حکوت کی طرف سے حاکم بن کر عدالت لگاتا ہے اور عدالتی احکامات کا نفاذ کرتا ہے اس یکجائی سے عوام پر رعب تو خوب بیٹھتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں عوام کے نوکر اور کارندے اپنے کو حاکم مطلق سمجھتے ہیں، ہمارے ہاں یہ رسم بد انگریز بہادر کی باقیات ہیں، انگریز نے عوام کی ناک میں نکیل ڈالنے کے لیے اور ان سے من مانے ٹیکس وصول کرنے کے لیے ان عہدوں کو رائج کیا تھا"۔[16]

- **اللہ کے قانون کی تحقیر کرنا، اسے نافذ نہ کرنا، اس کے راستے کی دیوار بننا کفر ہے**

"الحکم بما انزل اللہ" کی تفصیل فقہ اور عقائد کی کتب میں بسط و تفصیل کے ساتھ موجود ہے حتٰی کہ اس کی جزئیات پر بھی علمائے کرام نے بات فرمائی ہے مثلاً قانون شریعت میں فیصلہ نہ کرنا، اسے نافذ نہ کرنا، نافذ کرنے والوں سے جنگ کرنا وغیرہ وغیرہ۔ لدھیانوی شہیدؒ نے بھی شریعت کی تحقیر کرنے اور اسے نافذ نہ کرنے والوں کو کافر کہا ہے۔ ہاں البتہ اس کے حق ہونے کا عقیدہ رکھ کر اس پر فیصلہ نہ کرنے والے کو فاسق کہا ہے۔ مگر ان حکمرانوں خصوصاً پاکستانی جرنیلوں کا قضیہ بالکل الگ نوعیت کا ہے وہ باوجود قدرت رکھنے کے نہ صرف اسے نافذ نہیں کرتے ہیں بلکہ ان شرعی قوانین کو دقیانوسی، فرسودہ نظام اور کالا قانون وغیرہ کہہ کر اس کی تحقیر کرتے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر حیران کن امر یہ ہے کہ شریعت نافذ کرنے والوں کے خلاف محاذ کھول کر ان سے جنگ کرتے ہیں علومِ شرعی کا ادنٰی مطالعہ رکھنے والوں کو بھی آخر الذکر کے خارج از اسلام ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا چنانچہ لدھیانوی شہیدؒ رقم طراز ہیں:

"اس سے بدتر جرم یہ ہے کہ اسلامی قانون کو بنظر حقارت دیکھا جاتا ہے، اسے دقیانوسی سمجھا جاتا ہے اور برملا یہ کہا جاتا ہے کہ بارہ چودہ سو سال کے دقیانوسی قانون جدید معاشرے میں جوں کے توں کیسے نافذ ہو سکتے ہیں۔ ان کو معاشرے پر منطبق کرنے کے لیے اصلاح و ترمیم اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔ یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ہمارے محاکم عدلیہ نے (انگریز کے

---

[15] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۸۹

[16] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۱ صفحہ ۱۹۰

کافرانہ قانون کے تحت فیصلے کرکے)عدل وانصاف کے پرچم کو ہمیشہ بلند رکھا ہے۔لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔۔۔۔۔۔ قانونِ اسلام کو نافذ نہ کرنا اگر فسق اور عملی کفر تھا تو اسلامی قانون کی تحقیر کرنا، اس میں اصلاح وترمیم کی ضرورت کرنا اور اس کے مقابلے میں انگریز کے قانون کفر کو عدل وانصاف کا پرچم بلند کرنے والا سمجھنا خالص اور صریح کفر ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کا اعلان ہے:

''وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ''۔۔۔(مائدہ :آیت نمبر ۴۵)

ترجمہ:اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں کافر۔۔(ترجمہ شیخ الہندؒ)

''ومن لم يحكم بما انزل الله فا ولئك ہم الظالمون ''۔۔۔۔(مائدہ :آیت نمبر ۴۶)

ترجمہ:اور جوئی کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔۔۔(ترجمہ شیخ الہندؒ)

''ومن لم يحكم بما انزل الله فا ولئك ہم الفاسقون ''۔۔۔۔(مائدہ :آیت نمبر ۴۷)

ترجمہ:اور جوئی کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں فاسق۔۔۔(ترجمہ شیخ الہندؒ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ پہلی آیت کریمہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ:

''ما انزل اللہ'' کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ منصوص حکم کے وجود ہی سے انکار کردے اور اس کی جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کرے، جیسا کہ یہود نے حکم ''رجم'' کے متعلق کیا تھا، تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ ''ما انزل اللہ' کو عقیدہ ثابت مان کر پھر فیصلہ اس کے خلاف کرے تو کافر سے مراد ''عملی کفر'' ہو گا یعنی اس کی حالت کافروں جیسی ہے''۔

جو لوگ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہمارے محاکم عدلیہ عدل وانصاف کا پرچم بلند کر رہے ہیں وہ شاید عدل وانصاف کے مفہوم ہی سے نا آشنا ہیں۔ عدل وانصاف کے معنیٰ ہیں صحیح قانون کے مطابق صحیح فیصلہ کرنا''۔

اگر ملک میں صحیح قانون نافذ ہو اور جج نے پوری دیانتداری سے بغیر رعایت سے اس قانون کے مطابق فیصلہ کیا ہو تو یہ فیصلہ عدل وانصاف کا فیصلہ کہلائے گا، لیکن اگر ملک میں صحیح قانون ہی نافذ نہ ہو بلکہ عدالت ''قانون کفر'' کے مطابق فیصلہ کر رہی ہو تو یہ عدل وانصاف نہیں بلکہ ظلم وجور ہے اسی بناء پر قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو ''فاولئک ہم الظالمون'' کا خطاب دیا ہے''۔[17]

---

[17] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ا صفحہ نمبر ۱۶۹

حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے ان اقتباسات کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ پاکستان کا موجودہ رائج قانون اسلامی نہیں بلکہ یہ انگریز کے بنائے ہوئے کفریہ قانون کا باقی ماندہ ہے اور ان سے ترکہ میں ملے ہوئی میراث ہے جو آج تک مسلمانوں پر مسلط ہے آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی بڑی تعداد اپنی سادگی یا کم علمی کی بناء پر ان غیر شرعی عدالتوں کو اسلامی سمجھ بیٹھے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ان کی جگہ شرعی قوانین نافذ کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اکابر کے اس منہج اور اُن کے ان کفریہ قوانین سے متعلق انکے تعامل کو ہم مسلمانوں کے سامنے لائیں اور نئی نسل تک اکابر کی طرف سے ان کفریہ عدالتوں کی قباحتیں اور احیائے اسلام کے لیے، تنفیذ شریعت کے لیے کی جانی والی کاوشوں کو اجاگر کریں اور اس امانت میں بغیر کوئی خیانت کیے اسے اگلی نسل تک پہونچائیں۔

- **پاکستان کے حکمران اور فوج اسلام دشمن ہیں**

حضرت لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ پاکستان پر قابض حکمران اور فوج نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا ہے اور اپنے رستے کی دیوار علماء کا قتل عام کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

"پاکستان کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ کہ اس میں الا ماشاﷲ ہمیشہ انگریزی سوچ و فکر کے حامل، لادین قوتوں کے آلہ کار، سرمایہ دار، جاگیر دار اور وڈیرے بر سر اقتدار رہے ہیں اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مسلمانوں کو بے وقوف بنانے میں اور حصول اقتدار کے لیے اسلام اور اسلامی قوانین کے نفاذ کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے رہے لیکن مسند اقتدار پر فائز ہونے کے بعد جتنا اس طبقے نے اسلام، اسلامی اقداراور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، غالباً برطانوی استعمار نے بھی مسلمانوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا ہو گا چونکہ یہ لوگ اسلام، اسلامی اقدار اور علماء کو اپنی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے حیلے بہانے سے علماء کو قتل کرنے، دینی مدارس کو بدنام اور مسلمانوں کو دین اور اہل دین سے بد ظن کرنے کے لیے فرقہ واریت کو ہوا دی، صدیوں سے ایک ساتھ رہنے والے مسلمانوں کو اپنے مخصوص مقاصد کے لیے باہم دست و گریبان کیا، طبقاتی کشمکش کو پروان چڑھایا اور اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے قومی عصبیت کے طاغوت کی سرپرستی کی"۔[18]

ان ملحدین نے قوم کی سوچ و فکر کے دھارے بدل دیئے

"پاکستان کی ۳۰ سے ۳۲ سالہ تاریخ میں ہمارے حکمرانوں نے اسلام سے منافقت کا جو رویہ اختیار کیے رکھا ہے، قوم کو

---

[18] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ا صفحہ نمبر ۳۳۴

اسلامی قانون، اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی اخلاق ومعاشرت سے برگشتہ کرنے کے لیے جو نادانستہ کوششیں کی گئی ہیں، روٹی، کپڑا، مکان اور دیگر نعروں کے سبز باغ دکھا کر جس طرح قوم کی سوچ وفکر کے دھارے بدل دیے گئے ہیں اور مختلف تدابیر سے قوم کے اتحاد کو پارہ پارہ کرکے حرص وہوس، خودغرضی، چاپلوسی اور انتشار افتراق کی جن آندھیوں کے حوالے کردیا گیا ہے ان تمام امور کو سامنے رکھ کر یہ کہنا بجا ہوگا کہ جس طرح گزشتہ ۳۰ سالوں میں اسلام کی منزل تک پہنچنے میں ہم ناکام رہے ہیں آئندہ بھی اس ناکامی کی گرداب سے نکلنے کی کوئی توقع نہیں"۔[19]

یہ حکمران اسلام کے دشمن اور انگریزوں کے ایجنٹ ہیں

پاکستان کے حکمران اور فوج کی تربیت انگریزی خطوط پر ہوئی ہے انہیں ان دین اسلام سے دلچسپی ہے اور نہ کوئی سروکار، یہ تو بس انگریزوں کے ترجمان اور ایجنٹ ہیں چنانچہ لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

"یہ نہ قرآن مجید کے صحیح ہجے کرسکتے ہیں، نہ کسی عربی عبارت کی ایک سطر تک پڑھ سکتے ہیں، نہ انہیں اسلامی ماخذ سے براہ راست اسلام کا مطالعہ کرنے کی کبھی توفیق ہوئی ہے، یہ لوگ انگریزی میں پڑھنے اور انگریزی میں سوچنے کے عادی ہیں، اور ان کی "اسلامی معلومات" کا کل سرمایہ یہودی اور عیسائی لٹریچر کا مرہون منت ہے۔"طرہ یہ کہ خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ جاہل ہونے کے باوصف یہ حضرات اپنے آپ کو "عقل کل" سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ اسلام آج پہلی بار ان کے یہودی ونصرانی استاذوں نے سمجھا ہے لارڈ میکالے نے غلام ہندوستان کے لیے جدید نصاب تعلیم کی سفارش کرتے ہوئے کہا تھا:

"ہمیں اس وقت بس ایک ایسا طبقہ پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو ہمارے اور ان کروڑوں انسانوں کے درمیان ترجمانی کے فرائض انجام دے سکے، جن پر ہم اس وقت حکمران ہیں، ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو، مگر ذوق، طرزِ فکر، اخلاق وفہم وفرست کے لحاظ سے انگریز"

یہ طبقہ اپنے جد امجد لارڈ میکالے کے خواب کی تعبیر ہے جو انگریز کے رخصت ہوجانے کے باوجود اس کی ذہنی غلامی پر فخر کرتا ہے، یہ مسلمان نہیں بلکہ اقبال مرحوم کے بقول: "ننگ آدم، ننگ دین، ننگ وطن" کا مصداق ہے۔[20]

یہ پولیس اور فوجی ادارے صرف مسلمانوں اور دینی مراکز کو کچلنے پر مامور ہیں

اس فوج کی تاریخ اس بابت انتہائی شرمناک اور سیاہ ہے کہ انہوں نے ہمیشہ ہر میدان میں دشمن سے مات کھائی ہے، مگر

---

[19] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۲۵

[20] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۱ صفحہ ۳۹

اپنی عوام یعنی پاکستان کے غیور مسلمانوں اور انکے دینی مراکز، عبادت گاہوں اور شریعت کے نام لیواؤں پر بھوکے شیر کی طرح جھپٹتے ہیں۔

یہی فوج تھی جس نے ۱۹۵۳ کی تحریک ختم نبوت کے خلاف آپریشن میں ۱۰ ہزار مسلمانوں کا قتل عام کیا۔یہی فوج تھی جس نے ۱۹۷۷ کی تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کو کچل ڈالا، یہی مسلمانوں کی حفاظت پر مامور فوج تھی جو ۱۹۹۱ میں تحریک نفاذ شریعت کے خلاف میدان میں کود پڑی اور ۱۰ ہزار کی نفری بلا کر دیندار مسلمانوں کو شہید کیا۔لال مسجد کی تحریک کو کچلنے میں بھی یہی بے دین فوج پیش پیش تھی۔ حضرت لدھیانویؒ نے اس بے دین فوج کے افسروں کے مکروہ چہرے سے پردہ ہٹاتے ہوئے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہمیشہ مساجد و مدارس کو اپنے راستے کی دیوار سمجھ کر ان کے خلاف ایکشن کیا۔بنوری ٹاؤن پر ہونے والا حملہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

”علامہ بنوری ٹاؤن میں جامعہ العلوم الاسلامیہ کے احاطہ اور جامع مسجد کے صحن میں سینکڑوں کی تعداد میں آنسو گیس شیل پھینکے گئے اور ربڑ کی گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی، جس میں قرآن پڑھنے والے سینکڑوں معصوم بچے اور محلے کی مستورات متاثر ہوئیں، بعض بچے زخمی ہوئے بعض بے ہوش ہوئے اور بہت سے نڈھال ہوگئے، یہ ایک مقدس دینی ادارے اور خدا کے گھر (مسجدوں) کی بے حرمتی کا ایک ایسا منظر تھا جس کی توقع کسی مسلمان سے تو کجا؟ کسی کافر سے بھی نہیں کی جاسکتی، لیکن ہماری بہادر پولیس نے اپنے قادیانی آقاؤں (افسران) کے اشارے پر خانہ خدا میں عورتوں اور بچوں پر ”جہاد“ کیا اور اس ”جہاد“ کی تیاری پولیس نے صبح نماز فجر کے وقت مکمل کرلی تھی، پولیس نے پورے علاقے کا گھیراؤ کر رکھا تھا آس پاس کے فلیٹس پر مسلح گارڈز تعینات تھیں“۔[21]

فوج کا شرمناک قانون

پاکستان کی موجودہ فوج برطانیہ کی ’رائل انڈین آرمی‘ کا ایک دھڑا ہے۔ ان کی تربیت انہی اصولوں پر ہوتی ہے جن اصولوں پر ابتدا میں ہوا کرتی تھی اور آج تک انہی اصول و ضوابط کے پابند ہیں۔ ان کے اطوار و عادات، رہن سہن، آپس کے معاملات، ایک دوسرے کے ساتھ تعامل و برتاؤ، سینئر و جونیئر، افسر و غیر افسر، سویلین و غیر سویلین میں تمیز، بھرتی کا طریقہ کار اور اسکے لیے شرائط حتیٰ کہ تعلیم و تربیت اور بنیادی اصول و ضوابط بھی اسی پرانی ڈگر پر استوار ہیں۔ انہی قوانین میں سے ایک فوج کا میڈیکل ٹیسٹ بھی ہے جو غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی ذلت آمیز اور بے غیرتی پر مبنی ہے، جس کے بارے میں مولانا لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

ایک مراسلہ نگار نے لکھا ہے کہ پاک فوج میں داخلے کے لئے جو معائنہ کیا جاتا ہے وہ پوشیدہ اعضاء کو برہنہ کرکے کیا جاتا ہے، جن حضرات کی اسلامی تعلیمات پر کچھ بھی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام برہنگی کو کس قدر شرمناک قرار دیتا ہے اور

[21] ارباب اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۲ صفحہ ۲۰۲

اس کے خلاف کس قدر احتجاج کرتا ہے، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کی لعنت دیکھنے والے پر بھی اور دکھانے والے پر"۔

ہمارے یہاں اب تک ہر شعبے اور محکمے میں تقریباً وہی دستور چلا آتا تھا جسے انگریز نے دین و فطرت انسانی سے آنکھیں بند کرکے وضع کیا تھا۔۔ اب ملک پاکستان میں اسلام کا احیاء ہورہا ہے، ہم صدر مملکت سے درخواست کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس ناروا طریقہ کو بدلا جائے، آج ایسے آلات ایجاد ہوچکے ہیں کہ جن کی مدد سے خفیہ امراض کا پتہ بآسانی چلایا جاسکتا ہے، لہذا طبی معائنہ کے لئے برہنگی کی یہ بُری رسم باقی رکھنے کا کوئی جواز نہیں[22]۔

- **پاکستان کے حکمران اور فوج نظریہ پاکستان کے دشمن اور اصل غدارانِ وطن ہیں**

پاکستان لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بنا تھا۔ یہاں کے دیندار مسلمانوں نے صرف اور صرف اسلام کے لیے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا تاکہ ایک علیحدہ خطہ حاصل کرکے اس میں اسلام کا نفاذ ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے ۱۹۴۹ء میں فرمایا تھا۔ مگر افسوس آج تک ان خطے میں اسلام نافذ نہ ہوسکا اس کی اصل وجہ یہاں کے حکمران، فوج، سیکولر و لادین طبقہ ہے جو نظریہ پاکستان کے یکسر مخالف اور اس کے ساتھ ساتھ وطن کا بھی غدار ہے دین و وطن دشمن انڈیا، امریکہ اور اسرائیل وغیرہ سے کھلم کھلا تعلقات قائم کیے ہوئے ہے۔ ماضی اور حال کے کئی حاضر سروس افسران و عہدیداران سامنے آئے ہیں جن کے انڈیا اور اسرائیل سے تعلقات رہے ہیں۔ یہی کچھ رونا مولانا لدھیانویؒ بھی رو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ ملک لا الہ الا اللہ کے نظریے پر بنا تھا جو درحقیقت نظریہ پاکستان تھا ان حکمرانوں نے اس نظریئے سے لوگوں کو دھوکا دیا اور بعد میں اسلام سے یکسر روگردانی برتی گئی۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

> گزشتہ تہائی صدی سے یہاں 'اسلام اسلام' کے نعرے ہر دورِ حکومت میں بلند ہوتے رہے ہیں لیکن عملی طور پر اسلام کا ایک حکم بھی ٹھیک ٹھیک خدا اور رسول کی منشاء کے مطابق یہاں جاری نہیں ہوا، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نعرہ سابقہ حکومتوں کے عقیدہ و ضمیر کی آواز نہیں تھی، کیونکہ ابنائے وطن کے مذہبی جذبات کو اس 'طفل تسلی' کے بغیر مطمئن نہیں کیا جاسکتا تھا اس لیے ہر دورِ حکومت میں نام کی حد تک تو اسلام کے پرچار سے کبھی بخل سے کام نہیں لیا گیا لیکن اہلِ نظر واقف ہیں کہ عملی طور پر اسلام کی جڑیں کھودنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی گئی[23]۔

---

[22] جلد ۲ صفحہ ۴۳

[23] اربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

- **اسلام کی آڑ میں وطنیت کا فروغ**

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اسلام بھی وطنیت کو سراہتا ہے یا کم از کم حب الوطنی کی اجازت دیتا ہے تو یہ بات کسی حد تک تو ٹھیک ہے مگر کون سا وطن مراد ہے۔۔؟ وہ وطن جہاں شریعت نافذ ہو۔ جہاں اقامتِ دین ہو۔ جہاں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرکاری طور پر بحال ہو۔ یا وہ وطن جہاں کفر و نفاق، الحاد و زندقہ، رافضیت و قادیانیت کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو۔ جہاں فیصلے قرآن کے بجائے مغربی قوانین کے مطابق ہوتے ہوں۔ جہاں اسلام کی جگہ طاغوتی نظام نافذ ہو اور کفریہ قوانین عدالتوں کی زینت ہوں۔۔؟؟

بد قسمتی سے پاکستان میں بھی اس بدبودار نعرے کو مستقل فروغ دیا جارہا ہے یہاں کے باسیوں کو قومیت و وطنیت کے دلدل میں اتنا پھنسادیا گیا کہ وہ اصل مسئلہ بھول گئے۔ جیسا کہ حضرت لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

> پاکستان میں! ہاں اسی پاکستان میں جو صرف اور صرف اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، جب مسلم قومیت کے تصور کو کچل دیا گیا تھا، اور اس کی جگہ وطنی قومیت کو جسے اقبال نے 'بولہبی' کہا تھا۔ یہ ایک عقیدہ اور نظریہ کے طور پر اپنایا گیا تو اس 'بولہبی' نے پر پُرزے نکالے اور پاکستانی قومیت کی جگہ یہاں الگ الگ وطنی شخصیات ابھریں اور صوبائی بنیادوں پر مختلف قومیتوں کے نعرے لگنے لگے، سب سے پہلے 'بنگلہ قومیت' کا فتنہ اٹھا، جس کے نتیجے میں نہ صرف ملک دولخت ہوا بلکہ مسلمانوں پر وہ قیامت ڈھائی گئی جس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ اور جس کی وجہ سے آج تک انسانیت کا سر شرم سے جھکا ہوا ہے۔
>
> حضرتؒ آگے فرماتے ہیں:
>
> اور یہ 'بولہبی' ذہنوں پر اس طرح مسلط ہے کہ نہ کسی کو اپنے دین و ایمان کا پاس ہے، نہ ملک و ملت کا، نہ اسلامی اخوت کا احساس ہے، نہ خالق سے حیا، نہ مخلوق سے شرم، بدمستان قومیت قوم و ملک کا مفاد پیشِ نظر رکھنے سے عاری ہو چکی ہے۔

پاکستان میں پاکستانی قومیت کا عقیدہ و نظریہ جو کسی طور پر بھی اسلام سے میل نہیں کھاتا۔ یعنی پاکستان میں بسنے والے تمام لوگ مسلمان، ہندو، سکھ، یہودی، عیسائی، قادیانی اور پرویزی سب بھائی بھائی اور ایک قوم ہیں یعنی 'پاکستانی قوم'۔ اس ملحدانہ نظریہ اور بے بنیاد عقیدہ کو حضرت یوسف لدھیانویؒ واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> یہ آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے مملکتِ خداداد پاکستان میں حضرت مدنیؒ[24] کا نقل کردہ مغربی نظریہ 'قومیت' اپنالیا، اور

[24] مغرب میں قومیت کا یہی تصور ہے جو پاکستان میں عقیدہ و نظریہ کے طور پر اپنالیا گیا ہے یعنی 'پاکستانیت' اور اسی کا درس دیا جاتا ہے جسے حضرت مدنیؒ نے 'مغربی

یہاں تمام شہریوں کو بلا امتیاز مذہب وملت ایک ہی قوم بنا دیا، جس کی رو سے مسلم، ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، پارسی، قادیانی وغیرہ وغیرہ سب ایک ہی قوم قرار پائی۔ جس کی رو سے مولانا شاہ احمد نورانی اور لالہ جگن ناتھ ایک ہی قوم قرار پائی۔ علامہ اقبال کے فرزندِ گرامی قدر جناب جسٹس جاوید اقبال راجہ اور سردار بلونت سنگھ ایک ہی قوم کے دو فریق بن گئے۔ جناب محمد حنیف رامے اور مرزا طاہر قادیانی ایک ہی قوم بن گئے؟

آگے فرماتے ہیں:

جب روزِ اول ہی سے پاکستان کی بنیاد 'مسلم قومیت' کے بجائے 'وطنی قومیت' پر رکھ دی گئی تو اس کے نتائج اس کے سوا کیا ہوسکتے تھے؟ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

پاکستان کی بنیاد مسلم قومیت کے بجائے وطنی قومیت پر رکھی گئی ہے جس کی وضاحت کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ یہاں قادیانی، پرویزی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے برابر بلکہ بڑھ کر حقوق دیئے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں:

قیامِ پاکستان کے بعد بانئ پاکستان غیر مسلموں کو مسلمانوں کے برابر کھڑا کرنے اور ان کو مساوی حقوق دینے کا اعلان فرما رہے تھے حالانکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ پاکستان کے غیر مسلم ذمیوں کے لیے اُن شرعی حقوق کا اعلان کیا جاتا جو شریعتِ اسلامیہ نے بیان فرمائے ہیں۔ اگر پاکستان میں بھی غیر مسلموں کو تمام حقوق میں مسلمانوں کے برابر کھڑا کرنا تھا تو پوچھنے والا یہ دریافت کر سکتا تھا کہ آپ نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن کا تکلف ہی کیوں فرمایا تھا۔

اور اسی طرح قومی پاسپورٹ میں بھی پاکستانی قومیت کے ساتھ مسلم قومیت کا خانہ بھی نہیں رکھا گیا۔ چنانچہ حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

'اسلامی جمہوریہ پاکستان' کا 'قومی پاسپورٹ' جاری کیا گیا تو اس میں 'قومیتِ پاکستانی' کا اندراج کیا گیا۔ 'مسلم قومیت' کا سرے سے ہی تصور نہ تھا اور پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ بھی غائب تھا، جس کا صاف صاف مطلب یہ تھا کہ پاکستانی قومیت کی بنیاد صرف وطن پر ہے ریاست کو باشندگانِ مملکت کے مذہب وملت سے کوئی سروکار نہیں۔ بعد میں قادیانیوں کی شناخت کے لئے علمائے کرام کے مطالبے پر پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بڑھایا گیا، لیکن قومیت پھر بھی وہی پاکستانی رہی[25]۔

نظریہ 'قومیت' کہا ہے۔ اور متحدہ قومیت سمجھانے کی خاطر نقل فرمایا تھا۔

[25] اربابِ اقتدار سے کھری کھری باتیں جلد ۳ صفحہ ۱۰۴-۱۰۹

بھلا یہ کیسے انصاف ہو سکتا ہے کہ اسلام کی آڑ میں وطنیت کو فروغ دیا جائے۔ شریعت کے واضح محکوم نصوص کو اپنے معمولی مفاد کی خاطر توڑ پھوڑ کر مسخ کیا جائے اور ایسے ایسے پیرایوں میں ڈھالا جائے کہ مخاطب یہ خود باور کرنے لگے کہ یہی عین اسلام ہے۔ وطن کی حفاظت اسلام کی حفاظت ہے۔ وطن سے محبت اسلام اور دین سے محبت کے مترادف ہے۔ وطن کے خلاف ایک حرف بھی نہ بولا جائے۔ وطن چاہے کفر کرے، الحاد کرے، زندقہ کی چادر اوڑھے رکھے، نفاق کو اپنا شعار بنائے، کلمۂ کفر ببانگِ دہل پڑھے نہ اس کی اصلاح کی فکر کی جائے، نہ اسے راہ راست پر لانے اور ربانی ڈگر پر چلانے کے لیے جہاد کی راہ اپنائی جائے۔ بس ایسی مملکت سے محبت کی جائے اور اسے وطنِ عزیز سمجھ کر بے مہار چھوڑا جائے۔ پھر تو ہندوستان میں رہنے والے مسلمان بھی یہ کہہ سکتے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان ہمارا وطن ہے۔ اس کا دفاع ہم پر فرض ہے، جہاد تو درکنار اس کے خلاف ہم ایک حَرف زبان پر لانے کو تیار نہیں۔

اس صورتِ حال میں امت کے پیشواؤں کی یہ مسوئیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ وہ قوم کو سمجھائیں کہ جب کسی ملک میں اقامتِ دین اور شریعت کی حاکمیت ہو تو اس کی حفاظت اور اس سے محبت ضروری ہوتی ہے اور وہ بھی صرف دین اور شریعت کی وجہ سے یعنی وطن کی محبت بالاصل مقصود نہیں بلکہ لأجل الدین ہوتی ہے۔ اور جب اقامتِ دین اور شریعت کی بالادستی نہیں ہوتی تو وہاں اقامتِ دین اور شریعت کے نفاذ کے لئے حسبِ استطاعت کوشش کی جانی چاہیے۔

(جاری ہے)

جو شخص بھی حق کی دعوت لے کر اٹھے گا، اس سے ضرور دشمنی کی جائے گی! لیکن اگر کفار کے مددگار اور اللہ کی شریعت سے ہٹ کر فیصلے کرنے والے کسی شخص سے دشمنی نہیں کر رہے... تو یقیناً ایسا شخص رسول اللہ ﷺ کے منہج اور طریقے پر گامزن نہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسولوں کے منہج کے مطابق آپ بات کریں تو آپ سے دشمنی نہ کی جائے، اللہ کے دشمن تو اہلِ حق سے تبھی راضی ہوتے ہیں جب وہ مداہنت و مصالحت کرنے پر تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ” وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ (القلم ۹) یہ تو چاہتے ہیں کہ تم مداہنت کرو تو یہ بھی مداہنت کریں“

اگر آپ یہ چاہیں کہ ان ظالموں کے ساتھ آپ کی قربتیں بھی برقرار رہیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ کی ذاتی عبادات بھی جاری رہیں، جو اِن کے باطل طور طریقوں سے نہ ٹکرائیں، پھر تو یہ واقعتاً آپ کو نہیں چھیڑیں گے۔ البتہ اگر آپ کی خواہش یہ ہو کہ دین سارے کا سارا اللہ کے لئے خالص ہو جائے، تو اس کا واحد راستہ ہجرت اور جہاد ہی ہے...

شیخ اسامہ بن محمد بن لادن شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط ۲:

سیکولرازم (لادینیت)...تعارف، تاریخ اور شرعی حکم

از: قاری عبید اللہ منصور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت

غرض انتیوکس کے حملہ کے بعد انکی ریاست منتشر ہوگئی اور یہ بغیر کسی سربراہ اور حکومت کے خانہ بدوشوں کی سی زندگی گذارتے رہے اس دوران صرف ایک مرتبہ تھوڑے عرصہ کیلئے مکابیوں کی ایک چھوٹی سی ریاست قائم ہوئی تھی ورنہ ان کو ریاست مل نہیں سکی، اسی حالت میں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اس وقت وہاں روم کے بادشاہ کی حکمرانی تھی اور خاص طور پر جس علاقہ میں عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تھے یعنی یہودیہ وہاں ہیرودیس بادشاہ حکمرانی کرتا تھا حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعوت پیش کی لیکن بہت کم بنی اسرائیل نے ان کی دعوت پر لبیک کہا، زیادہ تر ان کی دشمنی اور ان کو تکلیف پہونچانے میں لگ گئے، لیکن جن حضرات نے عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول کی ان میں بارہ حواری مشہور ہیں یہ آپ کے جاں نثار ساتھی تھے اور آخر وقت تک آپ کی نصرت میں لگے رہے ان کے زیر اثر کچھ اور بھی لوگ تھے جو دین عیسوی میں داخل ہوگئے تھے لیکن اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔

عیسی علیہ السلام کی بعثت فقط بنی اسرائیل کی طرف ہی ہوئی تھی اور آپ کا اصل مقصد شرک اور دوسری برائیوں کو ختم کرنا تھا اس لئے بنیادی طور پر انکی شریعت چند مخصوص احکام کے سوا مکمل طور پر تورات کی شریعت کے مطابق تھی لیکن سینٹ پال [پولوس] نے دین عیسوی کو بگاڑا اور یہ دعویٰ کیا کہ عیسی علیہ السلام کے آنے پر تورات کے سارے احکام منسوخ ہوچکے ہیں، یہ سینٹ پال عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھا اور یہودی تھا اس کا نام ساؤل تھا عیسیٰ علیہ السلام کے عروج آسمانی کے بعد جب حواریوں نے تبلیغ شروع کی تو یہ شخص حواریوں کو تکلیف پہونچانے اور ان پر ظلم وستم ڈھانے میں پیش پیش تھا لیکن اس نے ایک عرصہ دراز تک ظلم ڈھانے کے بعد اچانک یہ دعویٰ کیا کہ میں ایک مرتبہ دمشق سے آرہا تھا تو راستے میں میرے اوپر ایک نور چمکا اور اس نور میں سے یہ آواز آئی کہ: اے ساؤل! تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ یہ آواز مسیح علیہ السلام کی تھی اور مطلب یہ تھا کہ میرے متبعین اور حواریوں کو کیوں ستاتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد میں نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرلی، یہودی مذہب کو چھوڑ دیا اور بس عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور اب میں عیسائی بن گیا لیکن عیسائی بن کر اس نے

عیسائی مذہب کو بگاڑ کا ایک بالکل نیا مذہب بنادیا، تثلیث [1] اور کفارہ [2] وغیرہ کے عقیدے اسی کی ایجاد ہیں، اس نے جہاں اور بہت سی ترمیمات کیں وہیں ایک بہت بڑی ترمیم یہ کی کہ تورات کو لعنت قرار دیا اور کہا کہ میں اس لعنت کے جوئے سے لوگوں کو چھڑانے کیلئے آیا ہوں اس طریقہ سے اس نے حواریوں کا اثر رسوخ ختم کرکے اپنا اثر رسوخ قائم کیا۔

عیسائیت کا پہلا دور: دور ابتلاء [۱ء تا ۳۰۶ء]

جب عیسی علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا تو اس کے بعد عیسی علیہ السلام کے متبعین ابتداء میں مظلوم زندگی گذارتے رہے، کبھی یہودا نہیں تنگ کرتے کبھی وثنی [بت پرست] اور کبھی یونانی ورومی فلسفی ان کو تنگ کرتے تو یہ اپنے آپ کو بچانے کیلئے پہاڑوں میں چھپ گئے اصحاب الاخدود اور اصحاب کہف کے واقعات بھی اسی دور میں رونما ہوئے عیسائی تاریخ میں اس کو دور ابتلا کہا جاتا ہے جو ۳۰۰ سال تک جاری رہا اس دوران ان پر بہت سے بادشاہ آئے جنہوں نے ان کو تہہ تیغ کیا۔

عیسائیت کا دوسرا دور: عیسائیت عروج اور تھیوکریسی کا آغاز [۳۰۶ء تا ۵۹۰ء]

۳۰۶ء میں جب بادشاہ قسطنطین اعظم تخت نشین ہوا تو اس نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور ۳۲۶ء میں اس کا اعلان کیا اور اس نے عیسائی مذہب کو ایک سرکاری مذہب قرار دے دیا، تو یہ لوگ پہاڑوں سے نکل کر شہروں میں آئے، بادشاہ ان کو اقتدار میں بھی لے آیا تو اب وہاں سوال پیدا ہوا کہ مذہب کی بنیاد پر قانون کیسے بنایا جائے جب کہ اناجیل اربعہ میں قانون کا کوئی ذکر ہی نہیں ملتا، تورات میں کم از کم تعزیراتی قوانین اور کچھ دیوانی قوانین تو تھے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے، لہٰذا اب ایک نیا فلسفہ گھڑا گیا کہ "قوانین بنانے کا مکمل اختیار کلیسا کو ہے اور کلیسا کا سربراہ جو پوپ کہلاتا ہے یہ کلیسا کا نمائندہ ہے اور یہ معصوم عن الخطاء ہوتا ہے اور یہ صرف شارح قانون ہی نہیں بلکہ شارع قانوں [قانون ساز] بھی ہے" اور پوپ کا دعویٰ تھا کہ ان کا اللہ سے براہ راست رابطہ ہے اور یہ عہدہ خدا کی طرف سے ہمیں سپرد ہوا ہے کہ لوگوں کے درمیان احکامات جاری کریں ۔اس نظریہ کو یہ تھیوکریسی یعنی خدائی حکومت کا نام دیتے تھے اب ایک طرف اناجیل میں حکومت وسیاست کے معاملات

---

[1] عیسائیوں کے ہاں خدا ایک ہوتے ہوئے تین ہستیوں ان کے نزدیک اقانیم یعنی باپ بیٹا اور روح القدس کا مرکب ہے یعنی یہ تینوں مل کر ایک خدا بنتا ہے اس کو عقیدہ تثلیث کہتے ہیں

[2] عیسائی عقیدہ کے مطابق آدم علیہ السلام سے جنت میں سرزد ہونے والی غلطی تمام انسانیت میں نسل در نسل پھیل گئی اب اللہ کی صفت عادلہ کا تقاضا تھا کہ تمام انسانیت کو اس کی سزا دے لیکن صفت رحمت کا تقاضا تھا کہ معاف کرے تو اس مشکل سے نکلنے کیلئے اس نے اپنی صفت رحمت عیسی علیہ السلام میں ڈالی بشری جسم کی بنا پر ابتدائی گناہ تو پہلے ہی سرایت کرچکا تھا تو بیٹے میں صفت رحمت نے انسانی گناہ کو معاف کروانے کیلئے تمام انسانیت کی طرف سے کفارے کے طور پر اپنے آپ کو سولی پر چڑھا دیا اس عقیدے کو عقیدہ مصلوبیت یا کفارہ کا عقیدہ کہتے ہیں

میں واضح قوانین موجود نہیں اور دوسری طرف پوپ اتنے زبردست اقتدار کا مالک ہے کہ اسے معصوم عن الخطا قرار دے دیا گیا اب سارا دارومدار پوپ پر ہو گیا کہ وہ جو چاہے حکم جاری کر دے اور جو چاہے قانون نافذ کر دے کوئی اس کو چیلنج نہیں کر سکتا، یہاں سے عیسائی ریاست کا آغاز ہوا کلیسا کو اقتدار ملا، اور ایک عرصہ دراز تک ساری عیسائی دنیا اس کے زیر سلطنت رہی، بادشاہ کلیسا کا تابع فرمان تھا، کلیسا کا منشاء بعینہ خدا کا حکم تصور کیا جاتا تھا۔

عروج اسلام: عیسائیت کا "تاریک زمانہ" اور یورپ کی تاریخ [۵۹۰ء تا ۸۰۰ء]

عیسائیت کے پہلے دو ادوار کا تعلق ترکی، شام، فلسطین اور مصر سے تھا کیونکہ عیسائیت کی ابتداء انہی علاقوں سے ہوئی تھی، یہ عیسائیت کا مشرقی حصہ تھا جبکہ یورپ کو عیسائیت کا مغربی حصہ کہا جاتا ہے۔ ساتویں صدی عیسوی میں ظہور اسلام اور صحابہ کرامؓ کی فتوحات کے سبب عروج اسلام نے عیسائیت کو مشرق میں زوال پذیر کر دیا، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے ملک شام کی طرف جہاں اس وقت رومی عیسائی آبادی تھی اور قیصر کی حکومت تھی چار فوجیں روانہ فرمائیں، مسلمان جرنیلوں نے چند ہی سالوں میں رومی حکومت کا تمام مشرقی حصہ فتح کر لیا اور قیصر روم کی حکومت سمٹ کر قسطنطنیہ تک محدود ہو گئی تھی عیسائیت جو رومی سلطنت کا ایک جزولازم تھی سمٹ کر یورپ کے بہت ہی محدود علاقے میں رہ گئی جہاں اس نے اپنے آپ کو مضبوط کرنے کیلئے وسطی اور مغربی یورپ میں ایک مستحکم نظام قائم کیا، اگر یہ کہا جائے کہ یورپ کو جدید شکل میں منظم کرنے والی قوت رومن کیتھولک عیسائیت ہی تھی تو غلط نہ ہو گا، عیسائیت کے یورپ میں سمٹ جانے کے زمانے کو یہ "تاریک زمانہ" کہتے ہیں۔

کلیسا کا عروج: قرون وسطیٰ [۸۰۰ء تا ۱۴۵۳ء]

جب رومی سلطنت زوال پذیر ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تو سلطنت کے زوال کے سبب عیسائیت کا اقتدار خطرے میں پڑ گیا کیونکہ رومی بادشاہ ہی کلیسا کا محافظ سمجھا جاتا تھا تو اس موقعہ پر سینٹ آگسٹین [رومی کلیسا کا پادری تھا] کے مشہور زمانہ نظریہ "اللہ کا شہر" اور "انسان کا شہر" نے کلیسا، یورپی بادشاہوں اور عوام کو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مربوط کر دیا یورپ کے تاریک زمانہ میں اسکی بنیاد رکھی گئی اور قرون وسطیٰ میں یہ نظام اپنے عروج پر پہونچ گیا[3]، عیسائی مؤرخین کے نزدیک یہ دور یورپ میں کلیسا کے عروج کا زمانہ ہے، اسی دور میں عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے ذریعہ بیت المقدس پر قبضہ کیا اور اسی دور میں عیسائیوں نے اسپین کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کیا۔

---

[3] یہی وہ نظام ہے جسے آج کے مؤرخین "یورپ کا اولڈ ورلڈ آرڈر" کا نام دیتے ہیں

کلیسا کی تقسیم اور افتراق عظیم [۱۰۵۴ء]

ابتداء میں کلیسا دو حصوں میں تقسیم تھا ایک مشرقی حصہ جسکا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا جو آج استنبول کہلاتا ہے ان کا کلیسا بھی الگ تھا جس کو یہ ہولی آرتھوڈوکس چرچ کہتے تھے اور اس کے سربراہ کو پیٹریاک ،بطریق اعظم ،کہتے تھے ،جبکہ دوسرا مغربی حصہ جسکا دارالحکومت اٹلی کا دارالحکومت روم تھا اوران کا کلیسا رومن کیتھولک چرچ کہلاتا تھا اوراس کا سربراہ پوپ ،پاپائے اعظم ،کہلاتا تھا،اس طرح عیسائیت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اس تقسیم میں کچھ سیاسی اختلافات کو دخل تھا،کچھ نسلی اور کچھ مذہبی عقائد بھی داخل تھے بہر حال ان دونوں چرچوں میں زبردست لڑائیاں ہوتی رہیں جس کو ان کی تاریخ میں The Great Schismیعنی نفاق عظیم کہا جاتا ہے جو حقیقت میں شقاق عظیم تھا۔

کلیسا کے نظام میں خرابیاں اور تحریک اصلاح کا آغاز اور فرقہ پروٹسٹنٹ کا قیام

پھر ایک دور ایسا آیا کہ یہ نفاق عظیم اتنا بڑھ گیا کہ دونوں ریاستوں کے درمیان آپس میں بھی مختلف ریاستیں اور مختلف چرچ پیدا ہوتے رہے دو کی جگہ چار پوپ ہونے لگے اور خود آپس کی لڑائیوں کا عجب لامتناہی سلسلہ تھا،اسی دوران ان کے اندر بدعنوانیاں شروع ہوگئیں،عوام پر مختلف قسم کے ٹیکس شروع کر دئے جو ادانہ کرتا تو اس کیلئے ایک دفعہ بنالی جسکو حِرمان [یعنی جنت سے محروم] کہتے تھے اور پھر اس کو سزا دیتے تھے،صفوحُ الغفران [مغفرت کے چیک] کے نام سے مال کے بدلے لوگوں کو چیک دیتے تھے لوگ اپنے باپ دادا کی مغفرت کیلئے یہ چیک خریدتے تھے ،اسی طرح عَشاءِ ربانی[4] وغیرہ خرافات رائج کر رکھی تھیں ،بائبل کا ترجمہ کرنے پر پابندی تھی جو لوگ ان کے ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرتے ان کو چوک پر کھڑا کر کے آگ لگا دیتے ،آخر کار یہ ہوا کہ عوام ان سے تنگ آگئے اور اندر ہی اندر کلیسا کے خلاف تحریک چلانا شروع کر دی مگر ان تحریکوں کو کلیسا نے جبر سے کچل دیا اوران کو سزا دینے کیلئے محکمہ احتساب قائم کیا یہ ایک خاص مذہبی عدالت تھی جو خاص مقصد کیلئے قائم کی گئی اس عدالت میں دو قسم کے لوگ پیش ہوتے تھے۔

- پوپ کی طریق زندگی اوراس کے مذہب سے مخالفت کرنے والے
- مروجہ مذہب کے خلاف علمی وتمدنی ترقی میں حصہ لینے والے

[4] عَشاء ربانی کی اصل یہ ہیکہ بائبل کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے عروج آسمانی سے کچھ دیر پہلے رات کا آخری کھانا کھایا تھا پھر اس کے بعد ان کو سولی دے دی گئی اس کھانے میں روٹی اور شوربہ تھا اس کھانے کے بعد اس روٹی کے بارے میں یہ کہا گیا کہ میری یادگاری میں یہی کیا کرو تو اس رسم کو اس طرح ادا کیا جاتا ہیکہ روٹی لیکر پادری اپنے جسم سے لگاتا ہے تو ان کے عقیدے کے مطابق یہ مسیح کا گوشت بن جاتا ہے اور جو سالن ہوتا ہے وہ اس کا خون بن جاتا ہے اوراس رسم سے ظاہر یہ کرنا ہوتا ہے کہ ہم مسیح کے کفارے پر ایمان رکھتے ہیں

چنانچہ اس محکمہ نے چند سال کے عرصہ میں نہ صرف مذہبی اصلاح اور علمی تمدنی وترقی کی راہوں کو بڑی حد تک مردود و ملعون قرار دیا بلکہ ہر دو قسم کے ہزاروں مجرموں کی جان نہایت وحشت و درندگی سے لی انہیں آگ میں جلایا، قتل کیا اور ہر قسم کی عبرتناک سزائیں دیں۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا دور: کیتھولک عیسائیت کا زوال فرقہ پرٹسٹنٹ کا قیام وسیکولرازم {لادینیت} کا آغاز [۱۴۵۳ء تا ۱۷۸۹ء]

یورپ کی تاریخ کا تیسرا دور جس نے آج کے جدید مغرب کی شکل اختیار کی یہ نشاۃ ثانیہ یعنی میلاد جدید کا دور کہلاتا ہے ،یہ دور یورپ میں کیتھولک عیسائیت کے زوال اور لادینیت کی فتح کے آغاز کا دور ہے،اس دور میں بہت سی فکری تبدیلیاں رونما ہوئیں ،اس دور کا آغاز عثمانی خلیفہ سلطان محمد فاتح کے فتح قسطنطنیہ سے ہوتا ہے قسطنطنیہ کی اس فتح کے ساتھ ہی عیسائی بازنطینی حکومت کا خاتمہ ہوا یورپ میں اس فتح کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے یونانی فلسفے کے بہت سے ماہرین اور مسلم دنیا میں مختلف مدرسوں میں عصری تعلیم حاصل کرنے والے عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد نے اس حملے کے بعد مغربی یورپ کی طرف کوچ کیا یہ ماہرین پہلے اٹلی میں جمع ہوئے پھر آہستہ آہستہ پورے یورپ میں پھیل گئے ان ماہرین نے عصری تعلیم[5] تو مسلمانوں سے حاصل کی تھی لیکن انہوں نے اس کو لادین انداز فکر میں پیش کرنا شروع کر دیا۔

گو کلیسا کی تحریک اصلاح کا آغاز قرون وسطیٰ میں ہی شروع ہو گیا تھا اگرچہ یہ تحریکیں اس وقت کامیاب نہ ہو سکیں تھیں البتہ اپنے اثرات چھوڑ گئیں ،نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں یہ تحریکات دوبارہ شروع ہوئیں ان میں جان وکلف ،ایرسمس اور مارٹن لوتھر کی تحریکات مشہور ہیں ان میں جو شخص سب سے پہلے اپنی تحریک میں کامیاب ہوا وہ جرمن پادری مارٹن لوتھر[6] تھا یہ فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی تھا پروٹسٹنٹ کا لفظ پروٹسٹ سے نکلا ہے جس کا معنی ہے احتجاج اس فرقے کو پروٹسٹنٹ اس لئے کہتے ہیں اس نے رومن کیتھولک چرچ اور اس کے پاپاؤں کے خلاف احتجاج کی آواز بلند کی ،رومن کیتھولک چرچ سے اس فرقہ کا کہنا یہ تھا کہ تم ہر ایک کو بدعتی قرار دیتے ہو یعنی جو کوئی تمہارے نقطہ نظر کے خلاف بات کہے تم اس کو بدعتی قرار دے کر سخت سزاؤں میں پھانستے ہو حالانکہ اصل بدعتی تم خود ہو کیونکہ تم نے ایسی رسمیں ایجاد کر رکھی ہیں جن کا اصل دین سے کوئی واسطہ نہیں ،تم نے جو عقائد گھڑ رکھے ہیں ہم ان کو تسلیم نہیں کرتے ،اس فرقہ نے سب سے پہلے عشاء ربانی کا انکار کیا، بائبل کی

---

[5] مسلم دنیا میں یہ عصری نصاب دینی مدارس میں "علم فن" کے طور پر پڑھایا جاتا تھا

[6] بعض مؤرخین کے نزدیک یہ اصلاً یہودی تھا بعد میں عیسائی بنا اور اسکی تحریک بھی ایک یہودی سازش تھی اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہیکہ اس نے رومن کیتھولک کے برعکس تورات، زبور اور انبیاء سے منسوب عہد نامہ عتیق میں موجود صحائف کو عیسائیت کیلئے دینی ماخذ قرار دیا تھا، اور یہودیوں کو برحق اور ان کے عقائد پر یقین اور ان کو یہ اپنا بڑا دینی بھائی قرار دیتا تھا۔

بعض کتابوں کا بھی یہ فرقہ منکر ہے اور یہ لوگ پوپ کی مطلق العنانی کے بھی قائل نہ تھے ان کے نزدیک بائبل کی تشریح و تعبیر کا حق صرف پوپ کو نہیں بلکہ جو بھی علم حاصل کرے وہ یہ حق رکھتا ہے۔

ان کی اس تحریک کے نتیجے میں انگلستان کا بادشاہ ہنری ہشتم ان کے زیر اثر آگیا اور اس نے مارٹن لوتھر کے عقائد و نظریات کو اپنالیا اس کے نتیجے میں یہ ایک مستقل فرقہ بڑا طاقت ور پیدا ہو گیا اور بادشاہ نے ان کا الگ ایک کلیسا بنادیا اس کیلئے الگ پادری مقرر کیا اور اس نئے کلیسا کا نام "چرچ آف انگلینڈ" رکھا گیا یہ چرچ گو پاپائے روم کے ماتحت نہ تھا لیکن اس میں رسومات رومن کیتھولک مذہب کے مطابق ہی ادا کی جاتی تھیں اس فرقہ نے یہ نظریہ پیش کیا مالله لله ومالقیصر للقیصر یعنی کلیسا حکومت دونوں الگ الگ ہیں ایک دوسرے میں مداخل نہیں ہیں دین اور دنیا جدا ہیں، بہر حال اس انقلاب کے نتیجہ میں پوری زندگی سے دین سمٹ سمٹ کر صرف عبادت خانوں میں سکڑتا چلا گیا یہی وہ نظریہ ہے جس نے آگے چل کر سیکولرازم کی بنیاد رکھی۔

(جاری ہے)

ہمارے اور آپ کے جہاد کا مقصد اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام قائم کرنا ہے۔ اس مقدس ہدف کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ ہر حال میں اور ہر جگہ شرعی اصولوں کی پاسداری کی جائے اور انھی کے مطابق عمل کیا جائے۔

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ

قسط ۲:

تحریکِ کشمیر اور ضرورتِ تجدید

غازی ہاشم کشمیری

گزشتہ قسط میں مسئلہ کشمیر کی مختصر تاریخ اور موجودہ صورتحال کے تناظر میں دو نکات کا ذکر کیا تھا۔ پہلا نکتہ تو یہ تھا تحریک کشمیر سے وابستہ افراد اس وقت فکری انتشار کا شکار ہیں۔ اس فکری انتشار کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن و سنت کے اصولوں کی روشنی میں کشمیر کی منزل کا تعین کریں۔ منزل متعین کرنے کے بعد سب سے پہلا کام افراد سازی ہے اور افراد سازی نظریات کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ تحریک کشمیر سے وابستہ افراد کے نظریات کو بھی قومی، ملکی یا ریاستی مفادات سے ہٹ کر خالص اسلامی اصولوں پر استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ ان نظریات میں بنیادی نظریہ اُمت کا نظریہ ہے، نظریہ امت پر گزشتہ قسط میں بات ہو چکی ہے۔ اب ہم 'راہ عمل' پر بات کریں گے کہ ایسا کونسا طریقہ ہے جسے اختیار کرتے ہوئے ایجنسیز کے تعاون کے بغیر کشمیر میں تحریک شروع کی جائے۔ ایسی تحریک کہ جس کی منزل آزاد اسلامی ریاست ہو۔

عوام میں جن تحریکوں کو پذیرائی حاصل نہیں ہوتی وہ یا تو جلد ہی ختم ہو جاتی ہیں یا پھر بیساکھیوں کے سہارے زندہ رہتی ہیں۔ عوامی حمایت کے بغیر تحریک کی ایک مثال ''آپریشن جبرالٹر'' تھا، جو بری طرح ناکام ہوا۔ اس آپریشن کی سب سے بڑی خامی یہ تھی کہ اسے روایتی جنگ کی طرز پر ترتیب دیا گیا تھا لیکن اس کا مقصد گوریلا جنگ کو منظم کرنا تھا۔ گوریلا جنگ کا لازمی جزو عوامی حمایت کا حصول ہے، اور اس آپریشن میں کشمیری عوام کو بے خبر رکھا گیا تھا۔ اس تجربہ کے بعد پاکستان نے کنٹرولڈ جہاد شروع کیا۔ جسے انڈین مقبوضہ کشمیر میں عوامی سطح پر مقبولیت تو حاصل ہوئی لیکن آزاد کشمیر میں یہ جہادی جماعتیں محدود رکھی گئیں۔

آزاد کشمیر اور پاکستان میں یہ جماعتیں صرف چندے، بھرتی اور ٹریننگ تک محدود تھیں۔ ان گروپس کی محدود سرگرمیوں اور عوامی حمایت نہ ہونے کی وجہ سے ایجنسیز کے لیے ان گروپس کو کنٹرول کرنا آسان تھا۔ پاکستانی ریاست اپنے معاشی اور تذویراتی مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے ان جہادی جماعتوں کو سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دیتی۔ اس حکمت عملی کی وجہ سے کشمیر میں گوریلا تحریک تسلسل کے ساتھ جاری نہ رہ سکی۔ تسلسل قائم نہ رہنے کی وجہ سے ہر دو چار سال بعد عسکری جدوجہد کی ابتدا نئے سرے سے ہوتی۔ یوں عسکری جدوجہد اور بیشمار قربانیاں دینے کے باوجود تحریکِ کشمیر منزل کی جانب بڑھنے کے بجائے جمود کا شکار رہی۔ پھر

اسٹبلشمنٹ کو عالمی حالات کے تناظر میں اپنا مفاد اسی میں نظر آنے لگا کہ جہاد کشمیر کو بالکل ہی محدود کر دیا جائے۔ جہادی جماعتوں کو عوامی چندہ کی شکل میں کسی حد تک جو معاشی آزادی حاصل تھی اسے بھی ایک منظم پالیسی کے تحت اتنا محدود کر دیا گیا کہ عام عوام مجاہدین کی مالی مدد کرنے سے گھبرانے لگے۔ اس کے بعد ایجنسیز کی جانب سے محدود مالی امداد کی بیساکھیاں ان جماعتوں کو مہیا کی گئیں۔ یوں ان جہادی جماعتوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی جہاد جیسی عظیم عبادت پاکستانی ایجنسیز کے مفادات کے تابع ہو گئی۔

اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان (خاص طور پر آزاد کشمیر) میں ایک ایسی تحریک منظم کی جائے جو پاکستان طرف سے مقبوضہ کشمیر کا محاصرہ توڑے، اور جسے عوامی حمایت حاصل ہو۔ ایجنسیز کے عمل دخل سے تحریک کو تب ہی بچایا جاسکتا ہے جب عوام میں اس تحریک کی پذیرائی ہو اور عوام اس تحریک کو کسی کی مسلط کردہ تحریک کے بجائے اپنی تحریک سمجھیں۔ عوام اس تحریک کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوں۔ تحریک کے لیے عوامی حمایت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ دعوت ہے۔ عام عوام کو دعوت کے ذریعے اُن نظریات پر لانا جن کی بنیاد پر تحریک شروع کی گئی ہو۔

انڈین مقبوضہ کشمیر کا آزاد کشمیر کی طرف سے محاصرہ تب ہی توٹے گا جب یہ خطہ حقیقی معنوں میں آزاد بیس کیمپ کی شکل اختیار کرے گے۔ ایسا بیس کیمپ جس کے ذریعے دنیا بھر کے مجاہدین جہادِ کشمیر میں شرکت کر سکیں۔ ایسا بیس کیمپ جہاں سے انڈیا پر جہادی ضربوں کا ایسا سلسلہ شروع ہو جو کشمیر کی آزادی تک جاری رہے۔

یہ سب کیسے ہو گا! اللہ تعالیٰ نے اہل کشمیر کے لیے امارتِ اسلامیہ کو مشعل راہ بنا کر پیش کیا ہے۔ امارت اسلامیہ کی تحریک کا اگر جائزہ لیا جائے تو مندرجہ ذیل اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں:

- انہوں نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنی تحریک کو منظم کیا۔
- انہوں نے اپنی تحریک کو ایسے خطہ سے منظم کیا جہاں مقامی یا عالمی اسٹبلشمنٹ کی عملداری نہ ہونے کے برابر تھی۔
- اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک امیر کے تحت تمام گروہوں اور جماعتوں کو متحد کیا۔
- امارت کی قیادت با اختیار اور بیرونی اثر ورسوخ سے پاک تھی۔
- امارت کی تحریک ایک عوامی تحریک تھی جسے عام عوام کی حمایت حاصل تھی۔
- امارت نے دنیا بھر کے مجاہدین کو جہادِ افغانستان میں خوش دلی سے قبول کیا۔

(جاری ہے)

حالیہ مذاکرات، جنگ بندی کی آخری تاریخ پر تحریک طالبان پاکستان کا اعلامیہ

محمد خراسانی (ترجمان TTP)

جب امریکہ نے پاکستان کے تعاون سے افغانستان پر حملہ کیا اور پاکستان کی سرزمین سے افغانستان پر کم وبیش 58000 حملے ہوئے، جس کے نتیجے میں مختلف علاقوں کے مجاہدین قبائلی علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔۔۔۔یہ لوگ ہجرت کی زندگی گزار رہے تھے کہ پاکستان نے امریکا کے کہنے پر ان کے خلاف آپریشن شروع کیا اور ڈرون حملوں میں امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔لا قانونیت میں گھِرے ان آپریشنز کے بدلے قبائل نے اپنے مہمانوں کا دفاع کرنا شروع کیا اور یوں پاکستانی حکومت مختلف قبائل سے صلح اور جوڑ توڑ پر مجبور ہوئی اور مختلف اوقات میں مختلف نوعیتوں کے معاہدے ہوئے۔

پہلا معاہدہ جنوبی وزیرستان کے علاقے شکئی میں کمانڈر نیک محمد شہید رحمہ اللہ کے ساتھ، دوسرا سپینکئی رغزائی میں مسعود قوم سے ہوا اور تیسرا معاہدہ سراروغہ عمل میں آیا۔۔۔۔جون 2007ء میں جب تحریک طالبان پاکستان وجود میں آچکی تھی اور 2008ء کی ابتداء میں ایک بار پھر معاہدہ ہوا اور امیر محترم بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ کی قیادت میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ کسی بھی ایجنسی پر حکومت کا حملہ پوری تحریک پر حملہ تصور ہوگا۔اس دوران سال 2009ء میں ملاکنڈ ڈویژن کے مجاہدین کے ساتھ معاہدہ ہوا۔

ملاکنڈ ڈویژن کے معاہدے کے بعد چھڑ جانے والی جنگ کے دوران ہی فوج نے ایک بار پھر معاہدے کی پیشکش کی اور معاہدے کی بات چیت کیلئے گئے وفد کو، جس کی سربراہی حاجی مسلم خان صاحب کر رہے تھے، فوج نے دنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی غداری کرتے ہوئے حاجی مسلم خان سمیت گرفتار کر لیا۔اس دوران بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ نے کئی بار جرگوں کے ذریعے حکومت کو ان کی خلاف ورزیوں سے منع کیا لیکن ان کی یہ محنت بارآور ثابت نہ ہوئی۔

اسکے علاوہ بھی فوج نے معاہدوں کی پاسداری نہیں کی، جنوبی وزیرستان میں فوجی چوکیاں ہٹانے کی شرط نہیں مانی گئی، ملاکنڈ ڈویژن میں دوران صلح جنگ کی تیاری کر کے غیر اعلانیہ جنگ شروع کی، حاجی مسلم خان اور تحریک کے ایک اہم رہنما شہید اعظم طارق محسود رحمہ اللہ کو گرفتار کیا، اور محسود قوم کو معاہدے کے باوجود ہجرت پر مجبور کیا۔

2013ء میں بھی مذاکرات کی کوشش گئی لیکن اس وقت فوج نے خلاف ورزی کر کے 13 جون 2013ء مولانا ولی الرحمن محسود (امیر حلقہ محسود) اور یکم اکتوبر 2013ء کو حکیم اللہ محسود (امیر تحریک طالبان پاکستان) کو ڈرون حملے کر کے شہید کروایا گیا، جس کی وجہ سے مذاکرات کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اب باقاعدہ 25 اکتوبر 2021ء کو امارتِ اسلامیہ افغانستان کی زیرِ نگرانی تحریک طالبان پاکستان اور حکومت پاکستان کے درمیان مذاکرات کی پہلی نشست ہوئی جس میں درج ذیل فیصلے ہوئے:

1. فریقین کے درمیان امارتِ اسلامیہ افغانستان ثالث کا کردار ادا کرے گی
2. فریقین پانچ، پانچ رکنی کمیٹیاں تشکیل دیں گے
3. یہ کمیٹیاں ثالث کی نگرانی میں آئندہ لائحۂ عمل اور فریقین کے مطالبات پر بات چیت کریں گی
4. یکم نومبر تا 30 نومبر 2021ء سے سیز فائر ہو گی
5. 102 مجاہدین قیدی بواسطۂ امارت اسلامیہ یکم نومبر کو ٹی ٹی پی کے حوالہ کئے جائیں گے
6. فریقین متفقہ اعلامیہ یکم نومبر کو جاری کریں گے

تجزیہ: اب آپ دیکھیے کہ کس فریق نے اس آخری معاہدے کی پہلی نشست میں کیے گئے فیصلوں کی خلاف ورزی کی؟

1) حکومت پاکستان نے 9 نومبر کو اعلامیہ جاری کیا، جبکہ اعلامیہ یکم نومبر کو جاری کرنے کا فیصلہ ہوا تھا

2) اعلامیہ متفقہ شائع کرنا تھا، جبکہ حکومت پاکستان نے اپنی مرضی کا اور طالبان نے وہی متفقہ اعلامیہ جاری کیا

3) 102 قیدی یکم نومبر کو رہا کرنے تھے، جو اب تک رہا نہ ہوئے

4) قیدی امارتِ اسلامیہ کے واسطے سے ہمارے حوالے کرنے تھے، اب تک یہ معاملہ حل نہیں ہوا

5) فریقین کمیٹیوں کا تقرر کریں گے، طالبان کی کمیٹی 31 اکتوبر کو مقررہ مقام پر حاضر تھی لیکن حکومت کی کمیٹی 9 نومبر کے اعلان تک اور نہ اب تک حاضر ہوئی ہے

6) تحریک طالبان پاکستان نے جنگ بندی کا احترام کیا، جبکہ پاکستانی سیکیورٹی اداروں نے صلح کے دوران گنڈاپور، لکی مروت، سوات، باجوڑ، دیر اور صوابی میں چھاپے مارے، ایک گنڈاپوری مجاہد کے رشتہ دار کو شہید کیا اور اسی دوران سوات میں بھی ایک قیدی کو شہید کیا گیا، جبکہ شمالی وزیرستان میں تحریک طالبان پاکستان کے مجاہدین پر چھاپے مارے گئے ہیں، اسی طرح مہمند ایجنسی میں عرفان نامی ایک قیدی کو اور سوات میں اقبال الدین ولد فریدون، نواب علی ولد نازمین، افسر ولد سلطان واحد اور دلقت شاہ ولد محمد خان کو رہا کر کے دوبارہ گرفتار کیا، نیز دیر اور باجوڑ میں نئے مورچے بنائے گئے

7) امارتِ اسلامیہ افغانستان ثالث مقرر ہوئی تھی، وزیر اطلاعات پاکستان نے اسے سہولت کار کا نام دیا۔

اب پاکستانی عوام فیصلہ کرے کہ تحریک طالبان پاکستان معاہدوں کی پاسداری نہیں کر رہی یا پاکستانی فوج و اسٹبلیشمنٹ؟ ان حالات میں جنگ بندی کو آگے بڑھانا ممکن نہیں ہے۔

(۹ دسمبر ۲۰۲۱ء)

ایک قیدی بیٹے کا خط ماں کے نام

اسیر فی سبیل اللہ

ان ماؤں کے نام جو آج بھی اپنے جگر گوشوں کو راہ اسلام میں لٹا کر صبر و شکر کی لازوال دولت سے فیضیاب ہو کر صحابیات کے نقش قدم کو چومنا چاہتی ہیں!

امی جان!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ چونک پڑیں گی کہ یہ کس نے امی کہہ کر پکارا.... یقیناً پکارنے والا کوئی اور ہے۔ آواز بھی نامانوس سی ہے۔ سچ ہے کہ پکارنے والا آپ کا اصلی بیٹا نہیں ہے اور خود پکارنے والی کی زبان پر بھی یہ لفظ (امی) آج ۲۶ سال بعد آیا ہے.... یہ لفظ ۱۹۷۷ء میں مٹی کی قبر سے دفن ہو چکا ہے اور پھر زبان پر نہیں آیا۔ دل میں ایک خلا سا ہے۔ جب بھی کسی کو ممتا کے رتبے سے قریب پاتا ہوں.... دل چاہتا ہے کہ امی کہہ کر پکار لوں.... تنہائیوں میں جب کہ آواز سننے والا کوئی نہیں ہوتا دل ہی دل میں امی امی کہہ کر ڈھیروں باتیں کرتا ہوں.... آنکھیں برس برس کر دل کے اوراق بکھو دیتی ہیں.... اس کے بعد دل کو سکوں ہو جاتا ہے.... دل کے اجڑے دیار کو پہلے مادر علمی (ایک مدرسہ) سے انس ہوا۔ جہاں دس سال گزار کے قطرہ قطرہ کر کے علمی پیاس بجھاتا رہا۔ علم کے ساتھ ہمت و حوصلہ کی جوت، غلبہ دین کا شعور، اس کے لئے اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ جہاں سے ملا وہ قافلہ عشق تھا.... یہی میری مادر تربیت ہے.... اس مادر تربیت کو پا کر میں اپنے سارے غم بھول گیا..... یہی تحریک میرا گھر، میرا اوڑھنا، میرا بچھونا، میرا پتہ، میرا ٹھکانہ بن گئی.... اس مادر تربیت نے مجھ جیسے بے حثیت فرد کو ایک مقام پر لا کھڑا کیا.... یہاں تک کہ آزمائش کے لائق ٹھہرا.... یقیناً آج مجھے اپنی کمیوں کا اعتراف ہے.... لیکن اس پر خوش ہوں اور خوش کیوں نہ ہوا جائے کہ اللہ نے آزمائش کے لئے منتخب تو کیا۔

ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں فطرت
کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام قفس بہرہ مند

اللہ نے اس سعادت سے بہرہ مند کیا.... بخدا ہم نے آزمائش کے لیے دعا نہیں کی تھی.... لیکن خوب معلوم تھا کہ راہ حق کا انتخاب کیا ہے اس میں آزمائشیں آتی ہیں۔ ہم کمزور سہی جسمانی اعتبار سے، ایمانی اعتبار سے لیکن اللہ کے بندے ہیں۔ اس کی

رضا کے طالب ہیں۔ ہمیں دنیوی جاہ کی طلب نہیں ہے۔ اعزہ و اقرباء کی ناراضگی کا غم نہیں ہے ہمیں اپنے جسم و جان کی پرواہ نہیں ہے، لوگ گھر سے بے گھر کر دیں۔ آنکھیں پھیر لیں، بے گانگی کا مظاہرہ کریں، ناراضگی کا اظہار کریں، راہ حق کی آزمائش خواہ دراز ہو جائے، جسم گھل جائے، ہڈیاں جھک جائیں، کچھ ملال نہیں۔ بس ہم اس کی رضا کے طالب ہیں۔ وہ اعلان کر دے میرے بندو! میں تم سے راضی ہو گیا میں تم سے خوش ہو گیا اور میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

کیا غم ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

میری پیاری امی! آپ کتنی خوش نصیب ہیں کہ آپ کے بیٹے ہندوستان کی جیلوں میں ایسے وقت میں ایمان کی قندیلیں اور حوصلے کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں جبکہ ہر طرف ایمان و یقین کے چراغ بے نور ہیں۔ لوگ بے یقینی اور بے حوصلگی کی زندگی گزارنے ، باطل کی کاسہ پالیسی پر آمادہ ہیں، داہر کے غنڈے عصمتوں کو جھنجھوڑ رہے ہیں، غیرتوں کو للکار رہے ہیں، سجدہ گاہوں کو پامال کر رہے ہیں، گجرات میں عصمت دریدہ بہنیں ابن قاسم کو پکار پکار کر تھک چکی ہیں.... گھر سے بے گھر.... لٹے پٹے بے حال قافلے کی بوڑھیاں.... بچیاں.... وامعتصماہ.... معتصم باللہ کہاں ہو....؟ ان کی فریاد پر کوئی کان نہیں دھرتا.... دل ذوق سے خالی ہیں سینے ایمان کا مدفن، کان گورستان بن چکے ہیں.... نہ ماؤں کے پاس وہ لوریاں ہیں جس سے بچوں کے اندر جذبہ جہاد پیدا ہو، نہ بہنوں کے اندر جوش و حمیت ہے جو بھائیوں کو للکار سکیں، نہ بیویوں کے اندر شوق شہادت ہے جس سے اپنے شوہروں کو مہمیز کر سکیں۔ الغرض

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ایسے میں ضرورت ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی سنت کا احیاء ہو۔ خود بھی خنجر بدست، شوہر بھی سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر ناموس رسالت پر کٹ مرنے کے لئے ڈٹے ہوئے۔ بیٹے بھی راہ خدا میں نچھاور۔ آہ کیا منظر ہے ماں ہے خنجر بدست، باپ ہے سر بکفن..... و بیٹوں کا کیا جذبہ ہو گا.... جس نے ماں کے ہاتھوں خنجر اور میدانِ جنگ کے اندر دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلاتے، مرہم پٹی کرتے، تیر اٹھا اٹھا کر لاتے دیکھا ہو، باپ کو شمشیر زنی کرتے دیکھا ہو، وہ بیٹا تیر اور تلواروں کی باڑھ میں جان سے گزر جانے سے گریز کیوں کرے گا۔

جو مائیں حوصلہ مند ہوتی ہیں ان کے بچے بزدل نہیں ہوتے، حضرت اسامہؓ بن زید جیسے عظیم جرنیل کو جنم دینے والی حضرت ام یمنؓ.... ہاں وہی یمنؓ جنھوں نے غزوہ احد کے موقع پر میدان چھوڑ کر بھاگنے والے مسلمانوں پر خاک جھونکنا شروع کر دیا۔ چیخ چیخ کر کہتی رہیں "یہ سوت کاتنے کے تکلے لے لو.... تلوار ہمیں دے دو" اور خود دیوانہ وار بھاگتی ہوئی میدان جنگ میں پہنچیں... غازیوں

کے دوش بہ دوش شریک کارزار رہیں، پانی پلاتیں، مرہم پٹی کرتیں، تیر اٹھا اٹھا کر لاتیں۔

خلافت علیٰ منہاج النبوہ کے احیاء و قیام کے لئے اپنے سر دھڑے کی بازی لگانے والے عبداللہ بن زبیرؓ کے اندر جرأت و شجاعت اسی آغوش تربیت کا اثر ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے ذات النطاقین کے لقب سے نوازا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن حجاج بن یوسف کے خلاف معرکہ کارزار میں آخری ملاقات کے لئے اپنی ضعیف ماں حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ کے پاس آئے۔ ماں نے اپنے بیٹے کو گلے لگا کر یہ کہہ کر الوداع کیا:

"اے میرے فرزند! اگر تم حق پر ہو تو مردوں کی طرح لڑ کر رتبہ شہادت پر فائز ہو جاؤ اور کسی قسم کی ذلت برداشت نہ کرو۔ اور اگر تمہارا کھڑا ہونا دنیا طلبی کے لئے تھا تو تم سے برا کوئی شخص نہیں کہ جس نے اپنی عاقبت بھی خراب کی اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ بیٹا تم اللہ پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جاؤ، راہ حق میں تلواروں سے قیمہ ہونا گمراہوں کی غلامی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ موت کے خوف سے غلامی کی ذلت کبھی مت قبول کرنا۔"

یہ اسی ماں کا کلیجہ ہے کہ بیٹے کی بے گور و کفن سولی پر لٹکی ہوئی لاش دیکھ کر کہتی ہے ارے یہ شہسوار ابھی اترا نہیں۔ عظیم سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی نے اس کو بڑے بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔

لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا
اس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابل دار
لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن
ان کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار
اتفاقات سے اک دن جو ادھر سے جا نکلیں
دیکھ کر لاش کو بے ساختہ بولیں یک بار
ہو چکی دیر کہ ممبر پہ کھڑا ہے خطیب
اپنے مرکب سے اترتا نہیں اب بھی یہ سوار

میری پیاری امی! آج بھی کامیابی کی شاہ کلید ماؤں کے پاس ہے۔ لیکن ماؤں نے اسے بھلا دیا، وہ جذبہ ماؤں نے کھو دیا۔ وہ جذبہ جو داہر سے ٹکراتا تھا۔ جو اندلس کے ساحل پہ خیمہ زن ہوتا تھا۔ جو کاشغر کی سرزمین پر پرچم لہراتا تھا.... جو خشکیوں میں میلوں بحری بیڑے کھینچ لاتا تھا۔ جو صحرا کی بیابانی اور جنگلوں کی ویرانی میں دوڑائے رکھتا تھا وہ اصلاً آپ کی آغوشِ تربیت سے ملتا تھا، آہ امی!

وہ قاسم تو نے کھو دیا کہاں جو داہر سے ٹکراتا تھا
وہ جذبہ تیر سویا کہاں جو اندلس تک لے جاتا تھا

آپ نے کھو دیا.... ہاں امی! آپ نے کھو دیا.... وہ حضرت ام سلیمؓ کی بہادری، حضرت ام یمنؓ کی دلیری، حضرت صفیہؓ کی پامردی، حضرت خنساءؓ کا ایثار، حضرت ام ورقہؓ کا شوق شہادت، حضرت بنت ملحان کا جوش جہاد، .... ہاں آپ نے کھو دیا۔ تو نسلیں کھو گئیں.... آج مائیں بیٹوں کو اس نیت سے نہیں پالتیں کہ میرا لاڈلا جوان ہو کر راہ خدا میں کھپ جائے۔ ناموس اسلام کی خاطر کٹ جائے۔ بیٹوں کی شہادت کی خبر سن کر رگ رگ سے اطمینان بول اٹھے' الحمد للہ الزی شرفی بقتلھم ...

کیا اُس ماں کے پہلو میں دل نہیں تھا؟ اپنے بیٹوں سے کس قدر محبت ہوتی ہے یہ ماں جانتی ہے۔ ذرا اس ماں کے دل سے پوچھئے جس کی بیوگی کا ایک ہی سہارا، شوہر کی زندہ نشانی، جو جوان بیٹا شباب کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے، ہزاروں میل دور، مصیبت زدہ بہنوں کی پکار پر وہ دوڑا چلا آتا ہے آفرین ہے وہ جذبہ جس نے اکلوتے بیٹے کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کیا... دنیا اسے محمد بن قاسم کے نام سے جانتی ہے۔

امی! ذرا اس خاتون کی دلیری دیکھئے۔ کیا اسے خوف نہیں تھا کہ وہ جاسوس ہے، ہتھیار بند ہے۔ کیا حوصلہ اور کیسی بہادری کہ محض خیمے کی چوب سے اس کو جہنم رسید کیا.... یہ عظیم خاتوں سید الشہداء حضرت امیر حمزؓ کی بہن اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ ہیں سبحان اللہ ایسی دلیری، ایسی شجاعت...!

ارے یہ خاتون! خنجر بدست چمچماتے.... لہراتے خنجر کو لے کر گھومنے والی خاتوں کا عزم کیا ہے؟ جنگ حنین کا معرکہ ہے۔ تیروں کی بارش سے گھبرا کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے ہیں.... لیکن یہ خاتون اپنی جگہ پر قائم باقی رہتی ہے.... حضور اکرم ﷺ خود پوچھتے ہیں، اے ام سلیم یہ خنجر کس لئے....؟ جواب دیتی ہیں؛ ان و نامی احدمن المشرکین بقرت بطنه۔ (مسلم) اگر کوئی مشرک میرے سامنے آیا تو اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی"۔

امی دیکھئے... سوچئے... اپنا جائزہ لیجئے!

وہ بھی کتنی عظیم ماں ہے۔ جس نے اپنی آغوش میں شیر پالے، ایسے شیر دل بچے... جو جنگ میں اس فراق میں ہیں کہ اسلام کی راہ میں حائل سب سے بڑی رکاوٹ ابو جہل کو واصل جہنم کریں... وہ حضرت عفراء کے بیٹے معاذ اور معوذؓ ہیں۔ جو دشمنوں کے نرغے میں گھسے آئے ہیں بالآخر بو جہل کو واصل جہنم کر کے خود بھی لہولہان ہوتے ہیں، یہ تربیت شیر دل ماں کی ہے۔

اف یہ جنگ... اٹھتے بگولے... بہتے خون... بلند ہوتی چیخیں... ایسے میں بجلی بن کر ٹوٹ پڑنے والی یہ نقاب پوش عقاب کون ہے...؟ بے خوف و خطر آگ و خون کے دریا سے کھیل رہا ہے... سپہ سالار خالد سیف اللہ خود اس جرأت و بہادری سے متاثر ہو کر قریب جا کر پوچھتے ہیں... اے بہادر اس قدر شجاعت کے ساتھ خود کو چھپا کر رکھنا زیب نہیں دیتا... ذرا

ہم بھی جانیں کہ یہ شیر نر کون؟ جواب میں ایک نسوانی آواز بلند ہوتی ہے... امیر لشکر میں خولہ بنت ازور ہوں... بھائی ضرار بن ازور کی گرفتاری نے بے چین کر دیا ہے... انتقام کی آگے اندرون میں دہک رہی ہے۔ یہ سنتے ہی خالد سیف اللہ پکار اٹھے..

"آفرین ہے تم پر اے خولہ! جس قوم میں تم جیسی بیٹیاں ہوں اسے دشمن کبھی مغلوب نہیں کر سکتا۔ بیٹی تم اطمینان رکھو اگر ضرار زندہ ہے میں اسے چھڑا کر رہوں گا۔ اگر وہ شہید ہو کر زندہ جاوید ہو گیا تو میں رومیوں سے اس کا بدلہ لے کر رہوں گا۔"

آہ میری پیاری امی! ذرا اس خاتون کا جذبہ شہادت تو دیکھئے... غزوہ بدر کا معرکہ درپیش ہے حق و باطل میں واضح تفریق کا معرکہ ایک خاتون دل میں جذبہ شہادت لئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری ہوتی ہے کہ مجھے شریک جنگ ہونے کی اجازت مل جائے۔ میں بھی شریک ہو جاؤں۔ تاکہ مجھے بھی شہادت نصیب ہو۔ ارے یہ تو خاتون ہے... جس کے بارے میں سوچا جاتا ہے کہ کمزور دل ہوتی ہے۔ وہ جلد خوف زدہ ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خاتون راہ خدا میں نقد جان ہارنا چاہتی ہے... اللہ کی رضا کے لئے... شہادت کے لئے... حضور اکرام ﷺ نے اسی جذبہ کی قدر کرتے ہوئے فرمایا"اپنے گھر ہی میں رہو تمہیں شہادت نصیب ہو گی"

یہ اسی خاتون کا رتبہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی ام ورقہؓ کے گھر جانے کا ارادہ کرتے تو کہتے"آؤ شہیدہ کے گھر چلیں"

رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر سونے کے بعد بیدار ہو گئے آپ کے لب ہائے مبارک پر تبسم تھا آپ نے فرمایا:

میں نے خواب دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادۂ سفر ہیں ایک خاتون عرض پیرا ہوئیں؛ یارسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان، دعا فرمائے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں شامل ہونے کی سعادت نصیب ہو... آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

سمندر میں جنگ ہو اور اس میں شرکت کرنے والی خاتون کا جذبہ جہاد کسی قدر عظیم اور کس قدر لائق ستائش اور قابل تعریف ہے۔ اللہ نے اس جذبے کو قبول کیا' یہ عظیم صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحان ۲۸ھ جزیرہ قبرص کے معرکہ میں شریک رہیں۔ واپسی پر جب اپنے گھوڑے پر چڑھنے لگیں تو جانور نے گردن توڑ دی وہ شہید ہو گئیں۔

اپنے شوہر سے محبت و شیفتگی، بھائی سے الفت و دار فتگی، باپ سے والہانہ پن و وابستگی کس قدر ہوتی ہے۔ یہ بات تو نا قابل بیان ہے۔ یہ ہر خاتون جانتی ہے۔

غزوہ احد کا معرکہ ہے حضرت ہند کے شوہر حضرت عمر بن جمع فرزند خلادؓ بن عمرو اور بھائی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام تینوں نے مردانہ وار لڑ کر شہادت پائی۔ حضرت ہند نے شوہر، فرزند اور بھائی کی شہادت کی خبر سنی تو کسی غم و اندوہ کا اظہار کرنے کے بجائے لوگوں سے پوچھا"مجھے یہ تو بتاؤ رسول اکرم ﷺ کا کیا حال ہے خدانخواستہ ان کو تو کوئی زخم نہیں پہنچا۔ جب لوگوں نے کہا کے

خدا کا فضل ہے حضور بخیرت ہیں تو ان کا چہرہ کھل اٹھا... کشاں کشاں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئیں جب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھیں "کل مصیبہ بعدک.... ؟آپ ﷺ سلامت ہیں تو ساری مصیبتیں ہیچ ہیں" (تذکارِ صحابیات)

آفریں... آفریں... یہ جذبہ شہادت، یہ جذبہ ایثار، یہ صبر بے مثال، یہ عشق لازوال... اللہ اکبر۔ اے کاش ہماری مائیں حضرت ہند کے اس عظیم اسوہ کو دل میں بسا لیتی۔

ایک نہیں چاروں بیٹوں کو لے کر شریک جنگ ہیں، اگلی صبح معرکہ کارزار کی صبح ہے رات ہی میں یہ خاتون اپنے چاروں بیٹوں کو اپنے خیمے میں بلا کر ان سے خطاب کرتی ہیں:

"میرے بچو! تم اپنی خوشی سے اسلام لائے ہو اور اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات لایزال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم ایک باپ کی اولاد ہوں۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل و رسوا کیا۔ تمہارا نسب بے عیب ہے اور تمہار حسب بے داغ ہے۔ خوب سمجھ لو کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی کارِ ثواب نہیں۔ آخرت کی دائمی زندگی، دنیا کی فانی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ کل اللہ نے چاہا اور تم خیریت سے صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور خدا کی نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑنا اور جب تم دیکھو کہ لڑائی کا تنور خوب گرم ہو گیا ہے اور اس میں شعلے بھڑکنے لگے ہیں تو تم خاص آتش دان جنگ میں گھس پڑنا۔ اگر کامیاب رہے تو بہتر اور شہادت نصیب ہوئی تو یہ اس سے بھی بہتر کہ آخرت کی فضیلت کے مستحق ہو گے۔"

پھر رزم گاہ میں اپنے فرزندوں کو بھیج کر یوں عرض پیرا ہوئیں 'الٰہی میری متاع عزیز یہی کچھ تھی، اب تیرے سپرد۔' جب انہیں اپنے چاروں بیٹوں کی شہادت کی خبر ملتی ہے تو یہ واویلا اور چیخ و پکار نہیں کرتیں بلکہ زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے الحمد اللہ شرفی قلوبھم (اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنے فرزندوں کے قتل سے مشرف کیا)

کیا اس ماں کے پہلوں میں دل نہیں تھا؟ کیا اسے اپنے بیٹوں سے محبت نہیں تھی؟ کیوں نہیں سب کچھ ہے... لیکن ناموس رسالت پر لٹا کر... راہ خدا میں بیٹوں کو کٹا کر شہید کی ماں بننے کا جو اعزاز ہے اس کے سامنے ساری دنیوی نعمتیں ہیچ ہیں۔ یہ ہے حضرت خنساءؓ کا عظیم ایثار، امی یہی ایثار، ایسا ہی کلیجہ خود اپنے اندر پیدا کیجئے... ہاں اسی طرح راہ خدا میں بیٹوں کو لٹانے کا عزم...

آہ وہ بھی کیا عظیم خاتون تھیں کہ مردوں کو حوصلہ دلانے، بزدلی پر ملامت کرنے پر پیش پیش تھیں۔ جنگ قادسیہ کا معرکہ گرم ہے۔ کچھ مسلمان ہزیمت خوردہ، پیچھے ہٹتے ہوئے عورتوں کے خیمے تک آ گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ حضرت ہندؓ عورتوں کو ساتھ لے کر خیمے کی چوب اٹھا کر کھڑی ہو گئیں اور پکار کر کہا "نامردو! ادھر آئے تو چوبوں سے تمہار سر توڑیں گے" حضرت خولہ زور زور سے یہ شعر پڑھ کر سنانے لگیں

یا هاربا عن نسوة تقيات
رميت بالتهم والمينات

"اے پاک دامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! تم تیروں سے مارے جاؤ اور موت تمہارا استقبال کرے"

یہ امت کی عظیم ماؤں کی درخشاں مثالیں ہیں۔ جو راہ خدا میں اپنے جگر گوشے لٹا کر خوش ہوا کرتیں۔ جب انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے لخت جگر کو اللہ نے قبول کر لیے ہے۔

حضرت حارثہؓ کی ماں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ حارثہؓ اب کس حال میں ہے (حضرت حارثہ جنگ بدر میں تھے اور شہید ہوئے) اگر وہ جنت میں ہے تو صبر کر لوں گی اور وہ جہنم میں ہے تو اللہ دیکھے گا کہ میں اس کے غم میں اپنا کیا حال کرتی ہوں۔ حضور ﷺ نے کہا تم یہ کیا کہتی ہو، حارثہؓ تو جنت الفردوس میں ہے۔ یہ سن کر حضرت ام حارثہ خوش ہو گئیں اور بے اختیار ان کی زبان سے نکلا" واہ واہ اے حارثہ"

حضرت ام عمارہؓ کے فرزند حضرت حبیبؓ بن زید کو مسلیمہ کذاب نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن اس ماں کا کلیجہ دیکھئے۔ جب اس کو اس دلدوز واقعہ کی خبر ملتی ہے تو اپنے بیٹے کی ثابت قدمی پر خدا کا شکر بجالائیں لیکن عہد کیا کہ مسلیمہ سے اس ظلم کا بدلہ لے کر رہیں گی۔ معرکہ گرم ہے زخموں پر زخم کھاتی ہوئی اس کذاب تک جا پہنچتی ہیں... جسم لہولہان ہے... اس کذاب کو سامنے پا کر بس یہ جھپٹ پڑنے والی ہی تھیں کہ بیک وقت ایک تلوار کا وار اور ایک نیزا اس کذاب پر پڑا۔ مڑ کر دیکھا تو اپنے لخت جگر حضرت عبد اللہؓ اور دوسری طرف حضرت وحشی کو پایا... یقیناً یہ سعادت اسی بیٹے کے حصے میں آسکتی ہیں جس کی ماں خود صاعقہ اسلام بن کر خاشاک غیر اللہ کو پھونکنے کے لئے بیتاب ہو۔ حضرت ام عمارہؓ اپنی جاں سپاری اور شجاعت کی بنا پر غزوہ احد میں "خاتونِ احد" کے لقب کے نام سے ملقب ہوئیں۔ اور رسول پاک ﷺ نے نہایت خشوع و خضوع سے ان کے لئے دعا فرمائی" اللهم اجعلهم رفقائي في الجنته" اس دعا کو سن کر حضرت ام عمارہ بے اختیار پکار اٹھیں" ما ابالي ما اصابني من الدنيا" اب مجھے دنیا میں کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے۔

آج مائیں بیٹوں کو گرفتاریوں سے خائف... ان کے جیل جانے پر واویلا کرتی ہیں۔ محض خوف کی وجہ سے اپنے بچوں کو راہ حق میں اقدام کرنے سے روکتی ہیں... بجائے حوصلہ افزائی کے درسِ بزدلی دیتی ہیں جوش و حمیت کے آنسوؤں کی سوغات کے بجائے بزدلی و یاس کے آنسو بہاتی ہیں... امی اگر اگر ایسے ہوتا رہا تو مستقبل کیا ہوگا؟ جب تک حضرت خنساءؓ کی طرح اپنے جگر لٹانے کا حوصلہ ماؤں کے اندر نہیں ہوگا۔ جب تک حضرت خولہ کی بہنوں میں جذبہ حمیت جوش نہیں مارے گا۔ جب تک حضرت ام ایمنؓ کی طرح اضطراب جنم نہیں لے گا۔ نسلوں کے اندر جذبۂ جہاد کہاں سے آئے گا..؟

امی... آج جب کہ میں اپنی تحریروں سے آپ کا دل دکھا رہا ہوں مجھے بارہ بنکی کی وہ گمنام ماں یاد آتی ہے جس کا جوان لاڈلا بابری مسجد کے تحفظ میں شہید ہو گیا... خاتون اشک بار تھی... لوگ دلاسہ دینے کے لئے بڑھے کہ اماں صبر کرو... بیٹا جنت میں ملے گا... رونے اور آنسو بہانے سے اب کیا ہو گا۔ وہ خاتون بے اختیار بول اٹھیں کہ ارے میں اس لئے نہیں رو رہی ہوں کہ میرا بیٹا مارا گیا... اس لئے رو رہی ہوں کہ اللہ نے اور بیٹے کیوں نہ دیئے کہ سب کو راہ خدا میں لٹا کر اللہ کے حضور سرخرو ہوتی... اللہ اکبر

آج میری نگاہوں کے سامنے اس انتہائی نحیف و نزار ماں کا چہرہ بالکل تازہ ہے، جس کا لائق، وفا شعار، وفادار بیٹا، خالص غلبہ اسلام کا جذبہ جہاد اور اس کے لئے کوشش کے صلے میں دربدری و مہاجرت پر مجبور ہو گیا۔ میں اس بوڑھی خاتون کی زبان بھی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ میرے دونوں ہاتھوں کو پکڑ زار زار روتے ہوئے ہولے ہولے سے کچھ کہنے لگیں۔ میں نے مترجم سے پوچھا اماں کیا کہہ رہی ہیں... "ہر نماز میں یہی دعا کرتی ہوں کہ اللہ میرا بیٹا جہاں بھی رہے اس کا مقصد بلند اور جذبہ جوان رہے اور روز آخرت ہماری سرخروئی کا باعث ہو...!"

کہیں رہے وہ مگر خیریت کے ساتھ رہے
اٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دعا آئی

وہ بوڑھی ماں ... دل کی مریضہ، گٹھیا، عرق انساء کو توڑ دینے والی تکلیف کے باوجود جیل کی موٹی گھنی جالیوں سے اپنے لاڈلے کو دیکھنے کے لئے ہلتے کانپتے آیا کرتیں۔ یہ لاڈلا رافعؓ و ثمرہؓ کی سنت دہرانے آیا تھا لیکن اللہ نے اسے سنت یوسفی کی توفیق دی۔ وہ بوڑھی ماں پابندی سے دعاؤں کی سوغات اور حوصلے کا پیغام دیتی ہے۔ بیٹا اللہ سے تعلق مضبوط رکھنا، صبر کا دامن مضبوط پکڑے رکھنا، ظلم کی تاریک رات سحر ہو کر رہے گی۔ ان شاء اللہ

ایک لاڈلا شہید دوسرا اسیر، شوہر ضعیف و مریض۔ بیٹیاں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی لیکن کتنی عظیم ہے وہ ماں... جس نے لاڈلے کی شہادت پر صبر کا دامن نہیں چھوڑا... جزع فزع نہیں کیا بلکہ کو دہی پردیس کی جیل میں قید جوان بیٹے کو شہادت کی خبر سنا کر آتی ہیں... مسائل بے شمار پریشانیاں ہزار ہونے کے بعد بھی صبر و ثبات کی عظیم مثال...

کیا ہی عظیم ہے وہ خاتون جس نے ایک طویل عرصے تک شوہر کی اسیری کا بوجھ برداشت کیا، پھر بیوگی کا درد سہا اور انتہائی ضعیفی کی حالت میں بیٹے کی اسیری... اور... جرم حق گوئی کا مجرم قرار دیئے جانے کی خبر جاں کا سن کر مصلی بھگوتی ہے۔ لیکن کمال ہے اس ایثار کے پیکر کا کہ جیل میں آ کر حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ بے شک خال خال ہی سہی لیکن آج بھی کچھ مسلم ماؤں میں الحمد للہ!

خولہؓ کی شجاعت زندہ ہے صفیہؓ کی روایت زندہ ہے
باطل کے عقوبت خانوں میں عمارہؓ کی جرأت زندہ ہے
جو پال کے شیر جوانوں کو کاندھوں پہ کفن رکھ دیتی ہیں
اے بیٹوں والی ماؤں سنو! ابھی ایسی عورت زندہ ہے
سہروں کی جگہ بیٹوں کو میت کے پھول سجاتی ہیں
اب بھی کچھ مسلم ماؤں میں وہی ذوق شہادت زندہ ہے

امی آپ خوش نصیب ماؤں میں سے ہیں کہ آپ کے بیٹے انقلابی تحریک سے وابستہ رہ اور آزمائش کے لئے چُنے گئے۔ ایسے میں آپ کے بیٹوں کو آپ کے آنسوؤں کی ضرورت ہے۔ وہ آنسو جو دعا بن کر اللہ کی بار گاہ میں ٹپکیں اور روشنی کا مینار بن کر آزمائش کی تاریک راتوں کو سحر کریں۔ آپ کی حوصلہ افزائیوں کی ضرورت ہے۔ آپ جیلوں میں اسیر بیٹوں کو پیغام دیں کہ میرے بیٹو! پیچھے نہ ہٹنا، بزدلی نہ دکھانا، بودے نہ بننا بے شک تم ہی سربلند رہوگے اگر تم مومن ہو۔ آپ کی حوصلہ افزائیوں سے آپ کے یہ کمزور، ناتوں بیتے راہ حق میں جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کریں گے۔

میری پیاری امی! یہ تاریک رات دو محبوب قطروں کی بہائے بغیر سحر میں تبدیل نہیں ہوگی۔ ایک آنسو کو جو راہ خدا میں اللہ کے خوف سے ٹپکے... دوسرا خون کا قطرہ جو اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے راہ حق میں گرتا ہے۔ ماؤں کے آنسوؤں کی آبیاری سے ہی غازیوں و مجاہدوں کے قلوب مضبوط اور شہادتوں و کامرانیوں کی فصل ہری ہوگی، ان شاء اللہ۔ اسی صورت میں کاروانِ شہادت بالاکوٹ سے آگے بڑھے گا۔ ہمیں آپ کے آنسوؤں اور دعاؤں کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ نوازتی رہیں گی۔

والسلام

آپ کا اسیر بیٹا

کوئی چیز بغیر محاسبہ نہیں رہتی۔ہم سے روز قیامت اس بات کا حساب لیا جائے گا۔حساب ان حالات کا جن کا آج مسلم امت کو سامنا ہے، اگر آپ اس کے بارے میں کچھ نہیں کرتے۔اور جب آپ اپنے بھائیوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہراساں کیے جاتے ہیں، گرفتار کیے جاتے ہیں، رسوا کیے جاتے ہیں اور آپ اس حوالہ سے کچھ نہیں کرتے تو خبردار رہیں اور جان لیں کہ ان مظالم کا اگلا نشانہ آپ ہی ہوں گے۔دنیا میں بے عملی کی زندگی کا گناہ تو آپ کو اس صورت میں ملے گا ہی اللہ رب العزت اس کی ایک بڑی قیمت آپ سے روز قیامت بھی حساب لیں گے

شیخ انور العلوقی رحمہ اللہ

